سیرت پاک

عاشق رسول کریم ﷺ

حضرت

اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی

فہرست

عرض ناشر 9

میری عرض 11

اسم گرامی و نسب 16

حصول تعلیم 17

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب قبل اسلام 19

ذریعہ معاش و بود و باش 20

بود و باش 21

ذوق عبادت و مجاہدات 33

عفو و درگزر 58

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات 65

دندان کی قربانی اور عشق رسول کریم ﷺ 80

مدینہ طیبہ حاضری 140

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملاقات 161
کرامات 177
وصال 183
مزارات 190

* * *

عرض ناشر

عزیزی قارئین کرام!

السلام علیکم! الحمد للہ رب العالمین ہم آپ کی خدمتِ اقدس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پاک پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات پر بفضلہٖ تعالیٰ بجا طور پر فخر ہے کہ ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں اولیائے کرام کی سیرتہائے مقدسہ نہایت ہی معیاری انداز میں پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ اگرچہ اس میں کچھ نادیدہ مسائل بھی درپیش آجاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم تاحال اس میں کامیاب ہیں ادارہ کی حتی الامکان کوشش یہی ہے کہ اپنے نوجوانوں کو بزرگوں کے روشن واقعات پڑھنے کے لئے پیش کریں تاکہ ہماری بھی بخشش کا سامان پیدا ہو۔ دُعا ہے کہ اللہ کریم ہم سب کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار فرمائے اور ہمارے گناہوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے۔

خیر اندیش
حاجی محمد عظیم بٹ عظیمی

قادری

میری عرض

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذی اصطفی وخیر ھُدیٍ ھدی محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہٖ واصحابہ وعلیٰ سائر الانبیاء والمرسلین و اولیائے اجمعین و سلاماً الف الف تحیۃ یوم الدین بجاہ النبی الکریم۔ آمین

بلاشبہ تمام تعریفوں کا مالک اللہ رب العزت ہے جو کہ تمام تر دیدہ و نادیدہ مخلوقات اور جہانوں کا مالک و خالق ہے۔ اس کی کروڑہا عنایات کریمانہ میں سے ایک عنایت ہم زمین والوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا۔

زیرِ نظر کتاب تاریخ اسلام کے لازوال عاشقِ صادقِ رسول کریم ﷺ یعنی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مقدسہ پر مبنی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کو اپنی خوشنودی اور اپنی رضا کا سرچشمہ قرار دیا اور یہی وجہ ہے کہ اس کائنات کا

ذرہ ذرہ آپ کے عشق و محبت میں سرشار ہے۔

یہ عشق کا ایک انداز ہی تو ہے کہ ایک شاعر نے وارفتگی کے عالم میں یہ لکھا۔

یا رسول اللہ ﷺ تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبدِ خضری کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام
والہانہ جو طواف روضہ اطہر کریں
مست و بے خود وجد میں آتی ہواؤں کو سلام

تاقیامت عشقِ رسول کریم ﷺ میں سرشار اہل اسلام دکھائی دیں گے مگر جو مقام حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ اسلام میں حاصل ہو چکا ہے وہ شائد ہی کوئی دوسرا حاصل کر سکے بلکہ یقیناً کوئی بھی دوسرا یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اگرچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کا دیدار بظاہر تو نہیں کیا تھا مگر اس دور میں موجود تو تھے اب بھلا یہ فضیلت کوئی دوسرا کیسے حاصل کر سکتا ہے۔

مجھے یہاں ایک واقعہ یاد آرہا ہے کہ مالک بن نویرہ نے جو کہ نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعتِ اسلام کر چکا تھا یہ جب مرتد ہوا تو اس نے ایک نبیہ عورت یعنی سجاح کا ساتھ دیا اور اس کا سپہ سالار بن گیا۔ مختصر یہ کہ جب یہ شخص گرفتار ہو کر حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو اس نے دورانِ گفتگو آنحضور ﷺ کا ذکر توہین آمیز الفاظ میں کیا۔ وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ "تمہارے صاحب یہ کہتے تھے" یہ اسلوب و لہجہ بھلا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ

برداشت کرتے' آنِ واحد میں اس کی گردن اڑا دی۔ آپ جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والا شخص واجب القتل ہے۔

اس کے باوجود کہ اہل اسلام یہ جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس میں گستاخی قابل گردن زدنی جرم ہے پھر بھی بعض لوگ اس کے بڑی ہی دیدہ دلیری کے ساتھ مرتکب ہوتے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے تو کبھی یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نور نہیں ہیں تو کبھی یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ یہ سب باتیں وہ لوگ جس بدتمیزی اور دریدہ دہنی کے ساتھ کرتے ہیں وہ یقیناً قابل افسوس ہے یقینی بات یہ ہے کہ رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ کو نور تسلیم نہ کرنے والے بھی یہ بات تو بہرحال تسلیم ہی کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ ان علماء و فضلا کو شائد فقیر کی یہ بات ہی سمجھ میں آجائے۔

اہل اسلام کے لئے سب سے اہم اور اولین بات ہی حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت کرنا ہے یعنی ماں باپ' بہن بھائی اور آل و اولاد سے بھی زیادہ۔ آیئے دُعا کریں کہ ہم سب کو عشق مصطفیٰ ﷺ کا سچا جذبہ اللہ کریم عزوجل بہ صدقہ رسول اللہ ﷺ عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں جو حوصلہ افزائی مجھے حضرت حاجی محمد عظیم بٹ صاحب عظیمی قادری نے مرحمت فرمائی اس کا شکریہ ادا نہ کرنا یقیناً بددیانتی ہوگی۔ اللہ کریم غفور الرحیم حاجی صاحب کی فضیلتوں

میں اور درجات میں ترقی عطا فرمائے اور ان کے عزم صمیم کو جلا بخشے۔

حاجی صاحب نے ذاتی دلچسپی کے ساتھ اولیائے کرام کی سیرتوں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اللہ رب العزت انہیں اس میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ان کی لغزشوں کو صدقہ رسول کریم ﷺ معاف فرما کر دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔

رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
ستمبر ۲۰۰۴ء

از خاکپائے سگ سگانِ کوئے مدینہ
سیّد ارتضیٰ علی کرمانی۔ عفی عنہ
چاہ میراں لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کے عشاقِ عظام کا جب بھی تذکرہ کیا جائے گا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تذکرہ نویس سرفہرست ہی پائے گا۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک حضور اکرم ﷺ کے عاشق باصفا کے طور پر یقیناً زبان زدِ عام ہے۔ شائد ہی کوئی مسلمان ایسا ہو کہ جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمِ گرامی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والہانہ عشقِ رسول کریم ﷺ سے ناآشنا ہو۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق یمن کے ایک علاقہ قرن سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب یہاں کھدائی ہو رہی تھی تو یہاں سے گائے کا ایک سینگ برآمد ہوا تھا چونکہ زبانِ عربی میں سینگ کو قرن کہا جاتا ہے اس لئے اس علاقہ یا گاؤں یا بستی کا نام قرن مشہور ہو گیا۔ اگرچہ یہ ایک گمنام سا علاقہ یا گاؤں تھا مگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات کی وجہ سے اس کو لازوال شہرت حاصل ہو گئی۔ ایسی شہرت جو دنیا کے ہزاروں شہروں کو باوجود ان کی گوناں گوں خصوصیات کی وجہ سے بھی حاصل نہ ہو پائی۔

اسم گرامی و نسب

قرن نامی گاؤں میں ایک قبیلہ مراد خان آباد تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلہ کے ایک شخص عامر کے ہاں تولد ہوئے۔ باوجودیکہ بے حد تحقیق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سن پیدائش سے محققین و مورخین لاعلم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بارہ میں بھی کافی متضاد روایات ہمیں تاریخ سے حاصل ہوتی ہیں۔ جن میں سے بعض میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک عبداللہ اور بعض میں ابن عبداللہ تحریر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عام طور پر عبداللہ بن عامر بھی کہا جاتا تھا۔ ان سب سے قطع نظر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت صرف اور صرف ایک ہی نام سے ہوئی اور وہ نام ہے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہوتا ہے اویس بن عامر۔

مورخین و محققین نے علمائے انساب کے حوالہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب تین طرح بتلایا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے بارے میں کہیں سے بھی مستند روایات دستیاب نہیں ہو پاتیں ہیں۔ چنانچہ انہی حوالہ جات پر ہی یقین کرنا پڑتا ہے۔

1۔ اویس بن عامر بن جز بن مالک بن عمرو بن مسعدہ بن عمرو بن سعد بن عاموان بن قرن بن ردحان بن ناجیہ بن مراد اعزادی قرنی۔

2۔ اویس بن عامر بن عبداللہ بن جراح بن الہیب بن خیشہ بن خرقش بن غالب بن فہر بن قریش بن تفرین کنانہ۔

3۔ اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن روحان بن ناجیہ بن مالک مذحج بن زہیر۔

پہلے اور تیسرے حوالہ میں ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباؤ واجداد میں سے ایک بزرگ کا نام قرن [illegible] ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ قرنی شامل کیا ہو۔ دوسرے حوالہ میں ہمیں عجیب و غریب صورتِ حال کا سامنا ہے کہ اس کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب قریش سے جاملتا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب و نسب کے بارہ میں تگ و دو کی کوئی ضرورت نہ رہتی کیونکہ اہل عرب پوری دنیا میں اس لحاظ سے سرفہرست تھے کہ وہ ماہر انساب تھے اور اگر یہ حوالہ درست ہوتا تو پھر باقی کی معلومات بھی ہمیں دستیاب ہو جاتیں۔

حصولِ تعلیم

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے بہت سے گوشے بھی تاریخ عالم سے پوشیدہ ہیں۔ ہمیں کتب ہائے تواریخ سے یہ بھی نہیں معلوم ہو پاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن کس طرح گزرا ہوگا۔ جس طرح ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباؤ اجداد کا پیشہ کیا تھا۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہو پاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصول تعلیم کس قسم کی حاصل کی ہوگی۔ اکثر بزرگوں کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہِ راست رسول کریم ﷺ سے فیض و علم روحانی طور پر حاصل کیا تھا۔

اس بات پر یقین کر لینے کے سوائے چارہ کار کوئی دوسرا نہیں ہے۔ بلاشبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روحانی طور پر رسول کریم ﷺ سے اکتساب علم و فضل کیا ہوگا مگر یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس عمر میں اسلام قبول فرمایا مگر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت عاقل و بالغ ضرور تھے جب ظہور اسلام ہوا۔ چنانچہ لامحالہ لوگوں کے دلوں میں یہ سوال تو ضرور پیدا ہوگا کہ اس سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس قسم کی تعلیم حاصل کی ہوگی؟ تو محترم قارئین اس سلسلہ میں ہمیں کوئی بھی اور کسی بھی قسم کی

معلومات دستیاب نہیں ہوتی ہیں۔

قبولِ اسلام کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رابطہ جب روحانی طور پر رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہوا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت روحانی طور پر ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیض حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں ''تفریح الخاطر'' میں حضرت علامہ عبدالقادر اربلی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

> ''ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کامل انسانوں کی ارواح کا فیض کئی طرح سے ہوتا ہے عالم ظاہری میں بالمشافہ تربیت اور تربیت کبھی مربی اپنی زندگی میں کرتا ہے اور کبھی مرنے کے بعد۔ اول جیسے سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور حضرت جعفر صادق نے حضرت ابویزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربیت فرمائی۔
>
> دوم وہ تربیت جو نبی کریم ﷺ ظاہری پردہ فرمانے کے بعد فرماتے رہے۔ سوم عالمِ خواب میں تربیت۔ چہارم ارواح مجردہ کی تربیت کرنا جیسے رسول کریم ﷺ کی روح مبارک نے تمام انبیاء علیہم السلام کی تربیت فرمائی اسے تربیت روح کہا جاتا ہے۔''

قطع نظر اس بات کے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعلیم کس قسم کی حاصل کی تھی مگر ایک بات طے شدہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاشبہ ایسی تعلیم ضرور حاصل کی تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت لازوال شہرت اختیار کر گئی۔ یہ تعلیم تھی عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے عشاقِ صادقین میں بلاشبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرِفہرست دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بات تو سبھی جانتے ہی ہیں کہ عشق میں اگرچہ وہ دنیاوی ہی کیوں نہ ہو۔ کسی بھی قسم کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہوا کرتی اور پھر جب بات ہو عشقِ مصطفیٰ کی تو پھر بات ہی دوسری ہوتی ہے

یہ فقیر و عاجز عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روحانی طور پر حضرت محمد ﷺ سے تربیت حاصل کی تھی تو پھر یہ عشق بھی تو روحانی طور پر ہی تھا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حضور اکرم ﷺ کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔ مگر ہم اس بات سے یا یوں کہہ لیں کہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی زیارت بھی روحانی طور پر کر لی ہو۔

حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا مذہب قبل اسلام

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جس طرح ہمیں یہ علم نہیں ہوتا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس قسم کی تعلیم حاصل کی ہوگی تو اس طرح ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب قبل از اسلام کیا تھا۔ ہمیں بعض بزرگوں کے یہ خیالات بھی حاصل ہوتے ہیں کہ مراد قبیلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سچے پیروکار تھے اور ان کو مسلمان ہی خیال کیا جاتا ہے چنانچہ ان بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان قبیلہ میں ہی پیدا ہوئے تھے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کب اور کس کی ترغیب سے حاصل کیا۔ ہمیں یہ تو بالکل بھی نہیں معلوم ہو پاتا ہے بالکل اسی طرح ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا کہ نہیں۔ اس بات پر تقریباً سبھی تذکرہ نویس متفق ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کریم عزوجل نے صالح فطرت عطا فرمائی تھی۔ تمام تر تواریخ اس بات پر بھی خاموش ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب اور کہاں سب سے پہلی مرتبہ آقائے نامدار ﷺ کا ذکرِ مبارک سماعت کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والہانہ انداز میں عشق کا اظہار کیا۔

ذریعۂ معاش و بودو باش

تمام تر روایات میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ معاش کے بارے میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے مشہور و معروف وہ روایت ہے جو حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی لازوال تصنیف کشف المحجوب میں رقم فرمائی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

> ”جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریافت فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ یا حضرت وہ تو ایک دیوانہ ہے۔ آبادی سے دور ویرانہ میں ہی پڑا رہتا ہے نہ کسی سے ملتا ہے جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ کھاتا ہے۔ غم اور خوشی سے ناواقف ہے۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔“

یہ بھی متعدد روایات میں وارد ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ چرایا کرتے تھے۔ مجالس المومنین میں درج ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتربانی کیا کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ اس سے ملنے والی مزدوری سے اپنے اور اپنی والدہ کے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے اور یمن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی بھی مفلس و بے نوا اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ جس گلی کوچے سے گزرتے لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھن کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پتھر پھینکتے اور خاک سر پر اچھالتے تھے۔

شتربانی کے علاوہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ معاش کے بارے میں مختلف روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور کی گٹھلیاں بھی زمین سے چن کر بازار میں فروخت کیا کرتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے راستے میں پڑی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیاں اٹھا لیتے اور ان کو فروخت کر کے کھجوریں خرید لیتے اور اپنا گزارہ کرتے۔ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستے میں خستہ حال کھجوریں مل جاتیں تو ان کو افطاری کے لئے رکھ لیا کرتے تھے۔ اگر زیادہ کھجوریں مل جاتی تھیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت اصمع علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ۔

> ”جو کچھ رات کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں باقی بچتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب خیرات کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے کہ بارِ الٰہی! اگر کوئی بھوکا پیاسا مر گیا تو مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔“

بُودوباش

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بودوبوش کے بارے میں اکثر محققین و مورخین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے بزرگ تھے۔ جیسا کہ آپ درج بالا سطور میں پڑھ آئے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتربانی کیا کرتے تھے مگر یہ شتربانی اجرت پر تھی یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی اونٹ نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب

ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت اس علاقہ میں بے حد تھی۔ کسی بھی بے اعتبار اور ناواقف شخص کے ہاتھوں میں تو بہت سے اونٹ نہیں دے دیئے جاتے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزدوری ہی کرتے تھے مگر یہ بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری والی بات تھی۔ اس کا یہ بھی مطلب ہوا کہ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت وتکریم بہت زیادہ تھی۔

مجالس المومنین نامی کتاب سے ایک روایت ”ذکر اویس“ نامی کتاب میں حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے کہ۔

> ”حضرت خواجہ شتربانی کیا کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا اس کی مزدوری سے اپنی اور اپنی والدہ کی خوردونوش کا انتظام کیا کرتے تھے اور یمن میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مفلس و بےنوا اور کوئی نہ تھا۔ جس گلی کوچے سے گزرتے لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھن کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پتھر پھینکتے اور خاک سر پر اچھالتے تھے۔“

محنت مزدوری کرنا کسی بھی دور میں معیوب بات نہیں خیال کی گئی۔ سمجھ سے بالاتر یہ بات ہے کہ کیا اس علاقہ کے لوگ شتربانی سے نفرت کرتے تھے جبکہ عربوں میں یہ بات کبھی بھی معیوب خیال نہیں کی گئی۔ آج بھی بے انتہا ترقی کے باوجود عرب ممالک میں بدو اپنی بستیوں اور خیموں میں رہتے ہیں اور لوگ ان سے قطعاً نفرت نہیں کرتے پھر جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتربانی کرتے تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکر مفلس اور مفلس بھی ایسے کہ پورے ملک میں ان جیسا مفلس کوئی نہ ہو حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے واحد کفیل تھے۔ کیا کوئی مفلس و نادار شخص کسی کی کفالت کر سکتا ہے۔

ہمیں اکثر روایات میں یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت گزاری میں گزار دیا۔ مگر ہمیں یہ بھی روایات حاصل ہوتی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھربار، لباس وغذا اور دوسرے علائق دنیوی سے ہمیشہ آزاد رہے۔ نہ ہی مکان کی پرواہ نہ اچھا کھانے کی فکر۔ جنگل میں درختوں کے سائے یہ بوسیدہ سائبان مکان کی جگہ استعمال فرماتے۔

اگرچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برادری نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک علیحدہ مکان بنوا دیا تھا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں بہت کم ٹھہرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ صبح سے جنگلوں میں نکل جاتے اور پھر رات کے اکثر اوقات گزار کرنا معلوم کس وقت واپس لوٹتے۔ (ذکر اویس صفحہ نمبر ۵۷)

☆☆☆☆☆

ایک دوسری جگہ یوں رقم ہے کہ

> ”جب تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ زندہ رہیں شتربانی کے معاوضہ سے والدہ اور اپنی گزر اوقات کرتے رہے۔ انہوں نے مفلسی اور خستہ حالی میں زندگی بسر کی۔ دنیا سے ان کو نفرت تھی۔ صبح کی اذان کے وقت گھر سے نکل جاتے اور نمازِ عشاء کے وقت گھر تشریف لاتے۔ راستے سے چھوہاروں کی گٹھلیاں چن لیا کرتے اور انہیں کھالیا کرتے۔ بس یہی ان کی غذا تھی۔ کبھی معمولی قسم کے چھوہارے مل جاتے تو ان سے افطار کر لیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ گٹھلیاں بیچ کر افطار کے لئے چھوہارے خرید لیتے۔ (سیرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از پروفیسر محمد طفیل چوہدری صفحہ نمبر ۵۴،۵۳)

اس روایت میں ایک نئی چیز ہمیں حاصل ہوئی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجوروں کی گٹھلیاں بھی کھا لیا کرتے تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے کھاتے تھے یہ نہیں لکھا ہے اور نہ ہی ہمیں کسی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب قوم میں کھجوروں کی گٹھلیاں کھانے کا بھی رواج تھا۔ اس عاجز و فقیر کا خیال یہ ہے کہ اس روایت میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان گٹھلیوں کو کھا لیا کرتے تھے تو یہ کتابت کی غلطی ہوگی اصل میں اس روایت کے آخر میں جو بیان کیا گیا ہے کہ "آپ گٹھلیاں چن کر فروخت کر کے افطار کے لئے چھوہارے خرید لیتے تھے۔" یہی درست ہے ورنہ گٹھلیاں نہیں کھائی جاتیں۔

☆☆☆☆☆

ایک بہت مشہور و معروف روایت تقریباً تمام تذکرہ نویسوں نے رقم کی ہے کہ۔

> "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدانِ عرفات میں ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام پہنچایا اور دعائے مغفرت سے فارغ ہوئے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خستہ حالی کے پیشِ نظر فرمایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی دیر کے لئے تشریف رکھیں تاکہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کچھ زادِ راہ لے آئیں۔

اس پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائے اور کہا کہ یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ضمانت دے دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے

سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو جی چاہے آئے ورنہ یہ دو درہم ہی میرے لئے کافی ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مستند روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پرانے اور شکستہ مکان میں رہائش رکھتے تھے جو کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعزاء نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوا کر دیا تھا۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اوقات جنگل میں ہی گزارتے اور لوگوں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میل جول بہت ہی کم تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوڑا کرکٹ سے کپڑوں کو چھتڑتے اٹھا لیتے اور انہیں اچھی طرح پاک کر کے سی لیتے اور اسی کو پہن لیتے گویا یہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہناوا تھا۔ یہ بھی روایات میں ہمیں ملتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک پاجامہ جسے گلیمی ازار کہا جاتا ہے اور اونٹ ہی کے بالوں کا ایک کمبل جسے گلیمی ردا کہا جاتا تھا موجود تھا۔

☆☆☆☆☆

مشکوٰۃ شریف کی شرح اردو کے حوالہ سے مظاہرِ حق جدید میں ایک روایت حضرت سعید بن مسیّب کی یوں رقم کی گئی ہے کہ۔

> "ایک سال حج کے موقعہ پر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ قرن کو پکارا اور پوچھا کیا قرن میں اویس نام کا کوئی آدمی ہے۔ اہل قرن میں سے ایک معمر شخص نے اٹھ کر جواب دیا۔ ہم لوگوں میں رہنے والا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہاں! مگر ایک دیوانہ صفت کا نام اویس نامی ضرور ہے جو کہ جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ الفت و انسیت رکھتا

ہے اور نہ ہی وہ کسی کے ساتھ صحبت و اختلاط کا روادار ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں وہی شخص تو میرا مطلوب ہے۔ جب تم لوگ واپس قرن جاؤ تو اس شخص کو تلاش کر کے اس کو میرا سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول کریم ﷺ کا سلام پہنچا دوں چنانچہ وہ لوگ قرن پہنچے تو اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کیا۔ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے۔ ان لوگوں نے ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ امیر المومنین نے میرا چرچا کر دیا اور بہت زیادہ شہرت دی۔ تو یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت گوشہ نشین شخص تھے اور شہرت و اختلاط کو ناپسند کرتے تھے۔

اس روایت اور اس قسم کی دوسری روایات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گزر بسر کے لئے رزقِ حلال کماتے تھے اور پھر خلوت میں عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ یادِ الٰہی اور عبادت الٰہی کو ہی دراصل عشق رسول کریم ﷺ کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ یقیناً حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول کریم ﷺ میں سرتاپا مستغرق تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبادات میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی بلکہ جو بھی وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرصت کا ملتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں عبادت کیا کرتے تھے۔

یقیناً عشقِ رسول کریم ﷺ ہمیں اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کا درس دیتا ہے اور یہ بات ان لوگوں کے لئے ایک نصیحت آموز بات ہے جو اپنے آپ کو عبادتِ الٰہی سے دور بھی رکھتے ہیں اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ آج تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لوگ معاشرہ کے کرپٹ مگر بااثر افراد کو محافلِ میلاد میں عاشقانِ رسول کریم ﷺ کا خطاب بڑی دیدہ دلیری سے عطا کر دیتے ہیں۔ محافلِ میلاد میں نقیب حضرات ان لوگوں کو عاشق رسول کریم ﷺ کا خطاب دے دیتے ہیں جو معاشرہ میں اپنی بداعمالیوں کے لئے مشہور ہوتے ہیں مگر ہمارے نقیب حضرات ان کو وہ خطاب چند سو روپوں کی خاطر دے دیتے ہیں جو کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولانا جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اپنی زندگیوں کو تج کر یہ مقام حاصل کیا۔

اس فقیر نے تو یہ دیکھا ہے کہ وہ لوگ محافلِ میلاد میں نمایاں نظر آتے ہیں اور عاشقانِ نبی اور عاشقانِ مدینہ کے نعرے لگواتے ہیں جو ہر عیب میں مشہور ہوتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو عالم فاضل اور متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں وہ بے چارے اسٹیج پر سب سے عقب میں سر جھکائے بیٹھے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نعت خوانوں اور نقیب پر لٹانے کے لئے وافر روپے نہیں ہوتے۔ یعنی نقیب حضرات اور نعت خواں حضرات اور چند پیشہ ور خطبا و علماء تھوڑے سے پیسوں کے لئے عشقِ نبی ﷺ کے سرٹیفکیٹ تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر ہی کہ بروز قیامت وہ کیا جواب دیں گے کیا وہاں بھی یہ بااثر افراد ان کو بچا پائیں گے جن بدکرداوں کو یہ لوگ عاشقانِ نبی کا عظیم الشان خطاب عطا کرتے ہیں۔

سیر الصحابہ کے باب تابعین کی جلد نمبر ۱۳ کے صفحہ نمبر ۵۷ پر مولانا معین الدین ندوی نے رقم کیا ہے کہ۔

> ”آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنا کے اس درجہ پر تھے کہ جہاں شہرت، نام و نمود اور اہلِ دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے شہرت اور ناموری سے دور بھاگتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خستہ حالی کے پیشِ نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے جب چاہا کہ والی کوفہ کے نام خط لکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف کروا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا کہ زمرۂ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں۔”

یہی روایت صحیح مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

مظاہر حق جدید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت درج ہے کہ دس سال تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش و جستجو نہ کی۔ پھر ایک سال حج کے دوران اہل یمن کو پکارا کہ تم میں جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو گئے تو پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اویس نام کا بھی ہے۔

ان میں سے ایک شخص بولا کہ اے امیر المومنین! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ہاں میرا ایک بھتیجا ہے جس کو لوگ اویس کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ اس درجہ کا پست اور بے حیثیت انسان ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی کو اس سے کیا سروکار ہوگا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ حدودِ حرم میں موجود ہے؟ اس نے کہا میدانِ عرفات سے متعلق اراک کی جھاڑیوں میں لوگوں کے اونٹ چرا رہا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی شناخت اور شخصیت کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے تھے۔

☆☆☆☆

اسی کتاب میں یعنی مظاہر حق جدید میں ہی ایک دوسری روایت بھی حضرت صعصہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بس اس میں فرق یہ ہے کہ اس میں جواب دینے والے نے یہ کہا کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے چچا زاد بھائی ہیں۔ باقی الفاظ تقریباً وہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

طبقات ابن سعد میں ایک روایت حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نقل کی گئی ہے کہ۔

“ہم کوفہ میں ایک محدث سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے۔ درس جب ختم ہو جاتا تو سب لوگ چلے جاتے مگر کچھ لوگ وہیں بیٹھے رہتے ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو بڑی پرحکمت اور اسرار و رموز کی باتیں کرتا۔

کچھ روز جب وہ درس میں نہ آیا تو میں نے یہ سوچ کر کہ شاید اس کی طبیعت خراب ہو میں ایک شخص کو ہمراہ لئے ہوئے اس کے گھر چلا گیا۔ میں نے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے دروازہ کے اندر سے ہی پوچھا کہ کون ہے میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ آپ کیوں ہم سے چھپتے پھر رہے ہیں کیا آپ کی طبیعت ناساز ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ میرے پاس پہننے کے کپڑے نہیں ہیں۔

میں نے انہیں اپنی لنگی یا چادر پیش کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر میری قوم یا برادری والے دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے تم سے یہ لینے کے لئے دوستی کی تھی۔

> میرے بے حد اصرار پر انہوں نے یہ چادر لے لی۔ وہ ہمارے ساتھ چل رہے تھے کہ ان کی برادری کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر بالکل وہی الفاظ دہرائے۔
>
> میں نے ان لوگوں کو بہت سخت سست کہا اور انہیں یہ بھی بتلایا کہ یہ تو چادر بالکل بھی نہیں لے رہے تھے انہیں تو میں نے انہیں بڑی منت و سماجت کے بعد راضی کیا ہے تب وہ لوگ خاموش ہوئے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کبھی جو کی سوکھی روٹی کو کھجور کے شیرہ کے ساتھ بھی نوش فرمایا کرتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑے بہت طعام اور تن پر موجود کپڑوں کے علاوہ کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلہ میں اکثر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے کہ۔

> "یا الٰہی! میں تجھ سے بھوکے پیٹ اور برہنہ بدن کی معذرت چاہتا ہوں۔ غذا جو میرے پیٹ میں ہے اور لباس جو میرے بدن پر ہے کے سوائے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔"

ہمیں یہ بھی روایت ملتی ہے کہ جو کچھ بھی غذا میں سے اور کپڑے میں سے بچ رہتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے خیرات کر دیتے۔ دراصل یہ سب کچھ اپنے نفس امارہ کو قابو کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک روایت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کرتے ہیں۔ روایت کچھ یوں ہے کہ۔

> "حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نفس ستر سال تک بھونے ہوئے گوشت کی خواہش کرتا رہا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ کھایا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتایا

> کہ ایک بار میرے نفس نے مجھے بہت ستایا تو میں نصف درہم لے کر بازار گیا اور گوشت بھونے والے سے کہا کہ مجھے چوتھائی درہم کا گوشت اور چوتھائی کی روٹی دو پس میں نے روٹی اور گوشت لیا اور اپنے گھر کو واپس چلا پڑا تو راستے میں ایک بچہ ننگے بدن دیکھ کر اسے پوچھا کہ اے بچے تو کس کا بیٹا ہے اس نے کہا میں یتیم ہوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا کہ تیرا باپ کون تھا تو بچے نے باپ کا نام بتایا اتفاقاً اس کا باپ حضرت کے آشناؤں سے تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ماسوا اس بھونے گوشت و روٹی کے میرے پاس اور کچھ دینے کو نہیں تھا تو میں وہی اسے دے کر چل پڑا اور اس سے کچھ نہ کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایثار کرنے والوں کی تعریف کی چنانچہ ارشاد ہے۔
>
> ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولاشکورا
>
> اور اللہ تعالیٰ کی محبت مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا دیتے ہیں ہے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کو کھلاتے ہم تم سے اس کا بدلہ اور تعریف نہیں چاہتے۔

☆☆☆☆☆

نفس کشی کا ایک واقعہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے کہ۔

> "آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگرد کو دانگ یعنی چوتھائی حصہ درہم دیا تاکہ وہ گوشت خرید لائے جب وہ گیا تو ایک بزرگ کو گوشت بیچتے دیکھا ان سے کہا کہ ایک دانگ کا گوشت

دیتے انھوں نے گوشت اچھا اور زیادہ دیا جب وہ حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا ہر روز اسی سے لایا کرو پھر جب شاگرد دوبارہ لینے گیا تو گوشت بیچنے والے بزرگ نے کہا کیا تم ہر روز گوشت کھاتے ہو کہا میں نہیں کھاتا بلکہ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے لے جاتا ہوں گوشت فروش نے متعجب ہو کر کہا تب تو حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بڑا تعجب ہے کہ جو جی چاہتا ہے وہی کھاتا ہے مجھے تیس برس گوشت بیچتے گزرے ہر روز جی بہت چاہتا ہے مگر کبھی گوشت نہیں کھایا۔

☆☆☆☆☆

ایک حکایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ۔

> ”ایک بار حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن رات تک کچھ نہ کھایا پیا جب بھوک نے زیادہ غلبہ کیا تو پہاڑ کی طرف چلے تاکہ پتے گھاس کھا کر جان بچائیں اچانک راستہ میں ایک دینار پڑا دیکھا مگر اٹھایا نہ جب پہاڑ کے پاس پہنچے تو ایک بکری پہاڑ سے اتری جس کے منہ میں گھی میں تلی تازہ روٹی ہے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نہ کھایا اس خیال میں کہ شاید بکری کسی کی ملک ہو پس بکری بولی کہ اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے لو یہ اس ذات نے تیرے کھانے کو بھیجی ہے جو تیرا اور میرا پروردگار ہے یہ سنتے ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور روٹی لے لی تو بکری اسی وقت غائب ہو گئی۔

ذوقِ عبادت و مجاہدات

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے مجاہدات بھی کیے اور عبادات میں بھی اکثر مستغرق رہے۔ مولانا معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ کی جلد نمبر ۱۲ کے صفحہ نمبر ۵۵ پر تحریر کیا ہے کہ۔

> ”آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات قیام میں گزار دیتے‘ دوسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکوع میں گزار دیتے اور اسی طرح تیسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گزار دیتے تھے۔“

جب لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ روزانہ راتیں ایک ہی حالت میں گزار دیں (کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم کمزور و ناتواں تھا)۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ۔

> ”دراز راتیں کہاں ہیں؟ کاش ازل سے ابد تک ایک ہی رات ہوتی جس سے ایک سجدہ کر کے گریہ بسیار کرنے کا موقع [illegible] ہوتا افسوس کہ راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ صرف ایک ہی

مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنے پاتا ہوں کہ دن طلوع ہو جاتا ہے۔"

یہ بھی معروف روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے۔ اکثر ایسی صورت حال بھی پیدا ہو جاتی کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو ایسے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کرتے کہ کھجور کی گٹھلیاں چن کر فروخت کرتے اور ان کی قیمت سے تھوڑی سی کھجوریں خرید لیتے اور باقی رقم خیرات کر دیتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول و محو رہتے تھے۔ سیر الصحابہ کی جلد نمبر ۱۳ میں درج ہے کہ آپ ایک بار حضرت ہرم بن حیان کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جب ملاقات ہوئی تو ہرم بن حیان نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کی روایت کی درخواست کی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا پھر انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآنِ کریم کی تلاوت کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر دریائے فرات کے کنارے لے گئے اور فرمایا۔

> "میرے رب کا قول ہے اور اسی کا قول حق ہے میرے رب کی حدیث ہے اور اسی کی حدیث سچی ہے۔ میرے رب کا کلام ہے اور اسی کا کام بہتر ہے۔"

یہ فرما کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار زار رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ۔

> (ترجمہ) ہم نے زمین و آسمان کو حق کے واسطے پیدا فرمایا ہے ان میں سے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے اور وہی غافل ہیں اور تحقیق ایک دن وہ ہوگا کہ حق باطل سے جدا ہو جائے گا اور سب لوگ جمع ہوں گے۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ کسی دوست کی دوستی فائدہ دے گی اور نہ عذاب سے بچائے گی اور نہ ہی کوئی دوست کسی دوست کی مدد کر سکے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جن سے حق تعالیٰ خوش ہوگا اور وہ مومن ہوں گے اور لوگ البتہ شفاعت کے ذریعہ مدد کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔ (دخان: ۳۸ تا ۴۲)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سیر الصحابہ کی ۱۳ ویں جلد میں حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ۔

> "حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعوذ باللہ من الشطان الرجیم ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پڑھا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حواس بحال ہوئے۔ یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوفِ الٰہی کا اس درجہ غلبہ تھا۔"

حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ۔

> "ہمارے حلقۂ ذکر میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوا کرتے تھے مگر ہمارے دلوں پر ذکر الٰہی کا سب سے زیادہ اثر انہی کے ذکر کا ہوتا تھا۔"

مستند روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے نہیں ملتے جلتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہی مستی و بے خودی میں ہر وقت مست رہا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظاہری نمود و نمائش اور ذاتی شہرت سے خاصی چڑ تھی اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر لوگوں سے بہت ہی کم ملا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انہی عادات کی وجہ سے کچھ لوگ آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو مغرور کہتے تو کچھ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریاکار گردانتے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کی تمسخرانہ باتوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

تقریباً تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اوقات اپنے آپ کو لوگوں سے دور ہی رکھتے تھے۔ عام طور پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز سے قبل گھر سے نکل پڑتے اور پھر عشاء کی نماز کے بعد ہی لوٹتے تمام دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں محو عبادت و ریاضت رہتے۔ اس سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ حصولِ قرب الٰہی کے لئے عبادات کی کتنی زیادہ ضرورت اور اہمیت ہے۔ جس کا آج کل شائبہ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔

خوفِ الٰہی میں بزرگوں نے کسی طرح اپنی زندگیاں گزاریں۔ ہم اپنے والا شان قارئین کرام کی خدمتِ اقدس میں مفید السالکین نامی کتاب سے چند حکایات نقل کرتے ہیں یہ کتاب محترم المقام شیخ عثمان بن عمر الکھف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف شدہ ہے اور اس کا ترجمہ جناب محمد محبت علی قادری صاحب نے کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ۔

"یحیٰی پیغمبر علیہ السلام خوف خدا میں اس قدر گریہ کرتے کہ آنسوؤں کے بہنے سے آپ علیہ السلام کے رخسار مبارک پھٹ گئے اور گوشت پوست اتر گئے یہاں تک کہ دانت اور چہرہ کی ہڈیاں نظر آنے لگیں ایک دن والدہ مشفقہ نے دیکھ کر فرمایا بیٹا اپنے دانت ڈھانپو پھر آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کے رخساروں پر کپڑا چمٹا دیا پھر جب یحیٰی علیہ السلام خوف خدا میں روتے تو کپڑا گیلا ہو جاتا تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترم اسے بدل دیتیں اس طرح بار بار کپڑا تبدیل کرنا پڑتا

اور یحیٰی علیہ السلام کے باپ زکریا علیہ السلام جب اہل ایمان کو وعظ فرماتے اور ان کو دوزخ سے ڈراتے تو پہلے دیکھتے اور پوچھتے کہ مجمع میں یحیٰی علیہ السلام تو موجود نہیں پس اگر وہ موجود ہوتے تو ان کے سامنے دوزخ و قیامت کا ذکر نہ کرتے۔

یحیٰی علیہ السلام کی رقت قلبی کے پیش نظر ایک روز ایسا ہوا کہ یحیٰی علیہ السلام اپنا سر ڈھانپ کر مجمع میں ایک طرف بیٹھ گئے حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے متعلق پوچھا مگر کسی نے نہ دیکھا۔ لہٰذا خاموش رہے تو زکریا علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں گڑھا پیدا کیا جس کا نام سکران ہے اور اس میں ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام غضبان ہے اس پر سے نہیں کوئی گزر پائے گا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت روتا ہو۔

جب یحیٰی علیہ السلام نے یہ بیان سنا تو ایک زوردار چیخ ماری اور غشی سے گر پڑے پھر جب افاقہ ہوا تو کپڑے پھاڑ اور سر پر مٹی ڈال کر روتے ہوئے جنگل کو نکل گئے اور سب لوگ بھی روتے ہوئے آپ علیہ السلام کے پیچھے نکل پڑے پس جب انھوں نے تلاش کرنے پر نہ پایا تو زکریا علیہ السلام چلا کر رونے لگے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی پس لوگوں نے نہایت ادب سے تختے پر لٹا دیا پھر اٹھا کر آپ علیہ السلام کے گھر پہنچا دیا۔

جب آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کا یہ حال دیکھا تو لوگوں سے یحیٰی علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا پس لوگوں نے انہیں یحیٰی علیہ السلام کا حال بتایا سنتے ہی مادر شفیقہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور عصا ہاتھ میں لے

کر کھڑی ہو گئی اور پریشان دل کے ساتھ لوگوں سے پتہ پوچھتی ہوئی جنگل کو نکل پڑی تین دن بیٹے کی تلاش میں پہاڑ و غاریں چھان ماریں آخر بکریوں کے چرواہوں کو دیکھا تو ان سے یحییٰ علیہ السلام کا پوچھا۔

پس انھوں نے بتایا کہ گذشتہ رات ہم نے اس پہاڑ میں کہنے والے کو کہتا سنا کہ ہائے مصیبت سکران کے عذاب سے ہائے خرابی غضبان پہاڑ گزرنے سے وائے بربادی دوزخ کے جلانے سے آپ یہ سنتے ہی جلدی سے وہاں پہنچیں تو اپنے بیٹے کو بہت مغموم و پریشان پایا اور اسی طرح سختی عذاب سے واویلا پکارتے اور روتے ہیں۔ والدہ نے آپ علیہ السلام کو گلے لگایا اور واپس گھر لائیں پھر آپ علیہ السلام کے لیے جو کی روٹی اور بھنا گوشت لائیں اور فرمایا برائے خدا اور حق مادر اس میں سے کچھ کھالو اور ذرا سو لو تاکہ سکون ملے اور اس میلے موٹے لباس کو اتار لو یہ سن کر یحییٰ علیہ السلام بہت روئے لیکن ماں کا کہنا ٹال نہ سکے آخر کچھ کھالیا اور سو گئے۔

پس جب صبح ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام کو بیدار کر کے کہا اے یحییٰ علیہ السلام بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ شاید تو نے اپنا گھر میرے گھر سے بہتر پایا کہ اس میں آرام سے سوئے تو مجھے اپنی عزت و جلال و قدرت کی قسم اگر تو ایک نظر میری جنت فردوس کو دیکھ لیتے تو اس کے شوق میں اتنے روتے کہ روح تیرے بدن سے جدا ہو جاتی اور اگر تو ایک نظر میرے دوزخ کو دیکھ لے تو اس

وقت تیری ہڈیاں پگھل جائیں یہ سنتے ہی یحییٰ علیہ السلام اچھل کر اٹھے اور چیخ مارتے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام ظلماً شہید کر دیئے گئے۔

☆☆☆☆☆

ایک اور بیان آیا ہے کہ منصور بن عمار نے کہا کہ۔

"میں ایک بار رات کو نکلا اور کوچے میں چل رہا تھا کہ ایک گھر میں کسی غمناک کی آواز سنی تو میں اسے سننے کو ٹھہر گیا پس معلوم ہوا کہ ایک بندہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے اور عرض کر رہا ہے کہ الٰہی میرے مالک و مولا گناہ کرنے سے تیرے بندے کا ارادہ تیری مخالفت کرنا نہیں مگر مجھ پر شہوات غالب آ گئی اور شیطان نے مجھے دھوکا دے کر گناہوں پر ابھارا یہاں تک کہ میں گناہوں کے دریا میں ڈوب گیا پس اب تیرے سوا کون ہے جو تیرے غضب و عذاب سے بچائے۔

منصور بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے گھر کے باہر سے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کڑے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ پس جب اس نے مجھ سے آیت سنی تو لرز کر چیخ اٹھا پھر میں اپنے کام کو چلا گیا صبح کو جب واپس ہوا تو اس طرف سے گزرا دیکھا کہ لوگ جمع ہیں جب دیکھا تو میت چارپائی پر ہے اور لوگ کفن دفن کا انتظام کرتے ہیں میں

نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رات کو عجیب معاملہ ہوا کہ یہ جوان رات بھر خوف الٰہی سے روتا چلاتا رہا صبح کو مر گیا۔

☆☆☆☆☆

ایک اور بیان میں آیا ہے کہ۔

”حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کمر جھک گئی جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کچھ جواب نہ دیا آخر آپ علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ایک نے اس پر بہت اصرار کیا آپ نے فرمایا اے بیٹا بغور سنو کہ میرے جید اساتذہ سے ایک جس سے میں نے علم و ادب سیکھا تھا جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں بھی ان کے پاس حاضر خدمت تھا۔ مجھے فرمایا کہ اے سفیان دیکھو کیا معاملہ کرتا ہے میرے ساتھ میرا رب بے شک میں نے پچاس سال مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی طرف بلایا ہے اور برے کاموں سے روکا ہے اب مجھے فرمایا گیا کہ تم ہمارے دربار کے قابل نہیں سفیان نے کہا یہ کہ یہ سنتے ہی میری کمر جھک گئی یہاں تک کہ اہل مجلس نے اس کے ٹوٹنے کی آواز سنی اس کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بہت روتے تھے۔ بعض اوقات تو گھبراہٹ کے سبب آپ کو پیشاب کے راستے خون آتا پھر آپ بہت سخت بیمار ہوئے اور کسی کو آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ ہوا ایک نصرانی طبیب نے آپ کا قارورہ دیکھا تو حیران ہو کر کہا میں نہیں جانتا تھا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے ہوتے ہیں ان کا جگر تو خوف خدا

سے ٹکڑے ہو چکا ہے۔“

☆☆☆☆☆

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ کیوں غمزدہ ہو کر روتے رہتے ہو فرمایا کہ۔

”میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے آگ میں نہ ڈالے اور میرے جلنے کی اس بے نیاز کو کچھ پرواہ اور نقصان نہ ہوگا پس ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو بزرگوں میں سے کوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو آیا دیکھا کہ ان کے تمام گھر میں پانی بہتا ہے اس نے خادمہ سے پوچھا یہ پانی تم نے ڈالا ہے یا کوئی برتن ٹوٹ گیا ہے خادمہ بولی ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی یوں کہ رات کو میں نے آگ جلائی پس شیخ اسے دیکھ کر اس قدر روئے کہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں یہ سب پانی ان کے آنسوؤں کا ہے۔“

☆☆☆☆☆

ایک اور حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ۔

”حضرت فتح الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت عبادت گزار پرہیز گار تھے اور ہر رات حسب مقدور راہ خدا میں خرچ کرتے تھے ایک دن شاگردوں میں سے ایک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصلا پر دیوار سے ٹیک لگائے منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں اور اس قدر رو رہے ہیں کہ سرخ آنسو انگلیوں کے درمیان سے جاری ہیں۔ شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا شیخ میں آپ رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتایئے کیوں روتے ہو پس فرمایا کہ اگر تو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر نہ پوچھتا تو میں تجھے ہرگز نہ بتاتا اب اس لیے بتانا ضروری ہوا کہ تو نے باقسم پوچھا پس بے شک میں سات برس سے خون کے آنسو رو رہا ہوں پھر جب آپ فوت ہوئے تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ سنایئے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا فرمایا مجھ سے وہی معاملہ کیا جو اس کے رحم و کرم کے لائق ہے کہ مجھے عرش کے پاس مقام دے کر پوچھا اے میرے بندے بتا تو کیوں اس قدر کثرت سے روتا تھا میں نے عرض کی اے پروردگار تیرے خوف اور کثرت گناہوں کی وجہ سے فرمایا اے میرے بندے چالیس سال تیرا عمل نامہ میرے سامنے ہر دن پیش کیا گیا مگر اس پر کوئی ایک گناہ بھی نہ لکھا نہ پایا۔"

☆☆☆☆☆

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ۔

"حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن قبرستان سے گزرے لوگوں کو دیکھا کہ میت کو دفن کر رہے ہیں آپ علیہ السلام نے ان کے پاس کھڑے ہو کر میت کی قبر میں دیکھا پھر رونے لگے اور غش سے زمین پر گر پڑے لوگوں نے آپ علیہ السلام کو چارپائی پر ڈالا اور گھر لائے پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا اگر مجھے اس کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے مالک بن دینار مجنون ہو گئے اور بچے جمع ہو کر میرے پیچھے تالیاں بجائیں گے تو کپڑے پھاڑ دیتا اور ایک کمبل اوڑھ لیتا اور سر پر خاک ڈالتا اور گلیوں میں گھومتا اور کہتا اے لوگو اپنے کو دوزخ سے بچاؤ تو جو

مجھے دیکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہ کرتا پھر جب بیمار ہوئے تو قریب الموت اپنے شاگردوں سے وصیت کی کہ مجھ سے پڑھنے کا حق ادا کرنا اور میری وصیت کو یاد رکھنا کہ جب میں مروں تو میری پیشانی پر لکھ دینا کہ مالک بن دینار اپنے رب سے بھاگا ہوا ہے اور مجھے چارپائی پر نہ رکھنا بلکہ میرے گلے میں رسی ڈال کر ہاتھ پاؤں کس دینا اور مجھے ماتھے کے بل گھسیٹنا جیسے بھاگا ہوا غلام گھسیٹ کر آقا کے پاس لایا جاتا ہے۔

تین جگہوں میں میرا حال دریافت کرنا اول قبر میں رکھ کر منہ کھول کر دیکھنا کہ سیاہ ہے یا نورانی دوم روز قیامت دیکھو کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ دیتے ہیں یا بائیں ہاتھ سوم جب اعمال تلیں تو دیکھنا کہ نیکیوں کا پلہ بھاری یا بدیوں کا پھر آپ علیہ السلام رو کر کہنے لگے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا تو قیامت کے خوف و مصیبتیں نہ دیکھتا اور جب رات ہوئی تو آپ علیہ السلام کا حال متغیر ہوا پھر فضاء میں ایک آواز گونجی کہ بے شک مالک بن دینار عذابوں اور مصیبتوں سے نجات پا گئے آپ علیہ السلام کے خدام میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ جب ہم نے یہ سنا تو کود کر اٹھے مالک بن دینار کو نزع کے عالم میں اس طرح دیکھا کہ شہادت کی انگلی اٹھائے پڑھ رہے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ پڑھتے ہی انتقال فرما گئے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

☆☆☆☆☆

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ۔

"ایک شخص جس کا نام زید بن صمت تھا ایک روز اپنے

ساتھیوں سے کہنے لگا میں نے اپنی زندگی کے دن شمار کے لیے تو وہ ساٹھ برس ہوئے پھر جب میں نے ان برسوں کے دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار چھ سو ہوئے پس اگر میں نے ایک دن میں ایک گناہ کیا ہو تو بھی قیامت کو میرا معاملہ سخت ہوگا اور میں ایک گناہ کا جواب بھی نہ دے سکوں گا یہ کہتے ہی آپ علیہ السلام نے دستار اتار پھینکی اور چہرہ دسر لپیٹے ہوئے آہ و پکار شروع کر دی اور چیخ کر بے ہوشی میں گر پڑے جب افاقہ ہوا تو پھر روتے چیختے رہے یہاں تک کہ غشی کی حالت میں وصال فرمایا۔"

☆☆☆☆☆

ایک اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ۔

"عطاء السلمی نے چالیس سال تک نہ آسمان کی طرف دیکھا اور نہ اس مدت میں کبھی ہنسے اور جب روتے تو تین رات دن تک روتے رہتے جب بادل آتا اور بجلی چمکتی تو آپ کا دل گھبراتا اور بدن کانپتا کبھی اٹھتے بیٹھتے اور روتے ہوئے کہتے کہ اہل زمین پر جو مصیبتیں سختیں آتی ہیں یہ میرے گناہوں کی شامت سے ہیں اگر میں مر جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ سب لوگ آرام پاتے اور ہر رات نوحہ کناں رہتے اور کہتے اے نفس بیکار ہے تیرا ٹھکانہ قبر اور دوزخ گزر گاہ ہے اور حق مانگنے والے تیرے اردگرد ادھر ادھر کھینچیں گے اور فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا اور قید خانہ جہنم اور مالک فرشتہ نگران پس فیصلہ کرنے والا جابر نہیں اور نگران رشوت خور اور قید ٹوٹنے والی نہیں کہ میں نجات پا سکوں پس قیامت کو میرے لیے خرابی نہیں اور میں نہیں

جانتا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا خوشی کے گھر جنت نعیم میں یا حسرت وندامت کے گھر دوزخ میں۔

اسی طرح کی باتیں کرتے اور زار زار روتے رہتے تھے اتفاقاً ایک شخص زیارت کو آیا تو آپ کو مسجد کے گوشہ میں بیٹھے دیکھا اور آپ کے اردگرد پانی بہہ رہا تھا اس نے گمان کیا کہ آپ کے وضو کا پانی ہے جب مسجد سے ان کے گھر میں آیا تو آپ کی خادمہ سے کہا کہ یہ شیخ مسجد میں وضو کرتے ہیں آداب کے پیش نظر مسجد سے باہر کیوں نہیں وضو کرتے پس خادمہ نے کہا وہ جسے تو نے وضو کا پانی گمان کیا وضو کا پانی نہیں تھا وہ تو آپ کے آنسو تھے۔

پھر جب وصال ہوا تو کسی نیک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا کہا اللہ تعالیٰ نے عزت و اکرام کے ساتھ مجھے کثیر نعمتوں سے نوازا پھر نیک شخص نے کہا کہ دنیا میں تو آپ غمزدہ ہو کر بہت روتے تھے آپ نے فرمایا اب تو میں خوشی میں ہنستا ہوں اور بتایا کہ میرے رب نے مجھے آواز دی کہ اے میرے بندے تم دنیا میں اتنا زیادہ کیوں روتے تھے میں نے عرض کی الٰہی تیرے ڈر سے فرمایا کہ تو نہیں جانتا تھا کہ میں غفور و رحیم رب ہوں۔"

☆☆☆☆☆

ایک اور حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ۔

"حضرت منصور بن زکی بیمار ہوئے تو اس طرح آہ وزاری شروع کی جس طرح وہ عورت کرتی ہے جس کا بچہ فوت

ہوا ہو کسی نے پوچھا کہ اے شیخ کس لیے روتے ہو آپ تو دنیا میں بہت بڑے عبادت گزار ہیں اور آپ کے پاس دنیا کا مال بھی نہیں اور اسی سال آپ نے عبادت الٰہی میں گزارے پھر گریہ زاری کا کیا سبب ہے۔

شیخ نے کہا کہ میں نافرمانی پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور مجھے اپنے گناہوں کا یقین ہے مگر میں نہیں جانتا کہ میری کوئی نیکی قبول ہے یا نہیں پھر رو دیئے اور اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بیٹا وقت مرگ میرا منہ قبلہ کو کر دینا اور میری طرف دیکھنا جب چہرہ پر پسینہ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے دیکھو تو تلقین کلمہ کے ساتھ میری مدد کرنا شاید کہ میں اس پر قدرت پالوں پھر جب مجھے قبر میں داخل کر کے مٹی ڈال لو تو میری قبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

شاید کہ میں منکر و نکیر کے سوال کے موافق جواب دے سکوں پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کہ الٰہی یہ تیرا بندہ ہے اور اس کے پاس سوائے گناہوں کے کچھ نیکی نہیں اگر تو عذاب کرے گا تو وہ اس کے لائق ہے اور اگر تو بخشش دے گا پس تو اس کے لائق ہے اس کے بعد آپ انتقال کر گئے تو آپ کے بیٹے نے وصیت پوری کر دی پھر دوسری رات خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا حال کیسا ہوا فرمایا اے بیٹے امر عظیم اور معاملہ سخت تھا وقت حساب مجھے کہا گیا کہ نیک کمائی لائے ہو میں نے کہا ساٹھ دلیلیں لایا ہوں مجھ سے کہا گیا کہ ان میں سے ایک بھی قابل قبول نہیں یہ سنتے ہی میرا جسم کانپنے لگا پھر پوچھا کیا نیک عمل لائے ہو میں نے کہا ایک

لاکھ درہم صدقہ کہا گیا اس سے تو ایک درہم بھی قبول نہیں ہوا میں نے جی میں کہا کہ اب میں ہلاک ہو گیا کہ جن عملوں پر بھروسا تھا وہ رد ہو گئے تب آواز آئی کہ تجھے یاد ہے کہ ایک دن تو اپنے گھر سے نکلا تو راستے میں ایک کانٹا پڑا دیکھا پس اسے تو نے راستہ سے ایک طرف پھینک دیا تو یہ نیکی تیری قبول ہوئی تو اسی کے سبب تجھے بخش دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت ابی بن خثیم تابعین فرماتے ہیں کہ۔

ایک دن میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے گیا میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر میں مصروف و مشغول تھے۔ میں نے یہ سوچ کر کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تسبیح و تہلیل میں مخل نہ ہو جاؤں ایک کونے میں بیٹھ کر ان کی فراغت کا انتظار کرنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ یہ معمول آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز ظہر تک برابر جاری رہا میں نے سوچا کہ نماز ظہر کے بعد ملاقات کرلوں گا مگر ان کا یہی عمل پھر ظہر سے عصر تک اور پھر مغرب تک اور پھر عشا تک جاری رہا۔ میں نے سوچا کہ شاید عشاء کی نماز کے بعد ملاقات کا موقع نصیب ہو جائے مگر میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد بھی عبادت میں مصروف رہے۔ دوسرے روز نماز فجر کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نیند کا کچھ غلبہ ہوا مگر چند لمحات کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل مستعد ہو گئے اور آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اس کیفیت کی وجہ سے دُعا کی کہ اے بارِ الٰہی! میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ تین دن اور تین راتیں اسی طرح مصروف و مشغول عبادت رہے۔

حضرت ابن خثیم تابعی کا بیان ہے کہ یہ حال دیکھ کر میں نے کہا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسی قدر کافی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے اور ہمیشہ رزقِ حلال سے سحری کھاتے اور افطاری بھی کرتے تھے۔ رزق حلال کی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔"

☆☆☆☆☆

"حضرت وہب بن ورد کی روزی میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ ایک دن آپ مکہ میں تھے تو صفا کے پاس ایک کھجور فروش کو دیکھا اور اس سے کھجوریں خریدیں بعد میں اس سے بار بار پوچھنے لگے کہ تو کہاں سے آیا اور کھجوریں کس سے خریدیں۔ آپ نے جب پوچھنے میں بہت مبالغہ کیا تو کھجور فروش پریشان ہو کر کہنے لگا بھائی مجھے کس لیے رنج پہنچاتے ہو اگر تو چاہے تو کھجوریں لے ورنہ چھوڑ دو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس میں شبہ کا خوف ہے تب کھجور فروش نے کہا اے بھائی تم کھجوریں چھوڑو روٹی کھاؤ اور وہ مصر سے آتی ہے اور میں مصر میں حلال نہیں پاتا پس تم کیسے نہیں پوچھو گے یہ سن کر حضرت وہب رو دیئے اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اب تو میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اِقاقہ کے سبب میرے لیے مردار مباح [illegible]

کے بعد وہ تین دن روزہ رکھنے کے بعد کھانا کھاتے اور وہ بھی ایک روٹی سے زیادہ نہ کھاتے اور کھاتے وقت عرض کرتے الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں بھوک سے مجبور ہوں پس مجھ پر اپنے کرم سے رحم فرما اور اس روٹی کے متعلق مجھے معاف فرما کہ قیامت کے دن مجھے اس کے بارے میں نہ پوچھنا پھر اس روٹی کو پانی میں بھگوتے اور بقدر زندہ رہنے کے کھاتے اور کھاتے اور روتے اور کہتے میں اسے مردار جانتا ہوں اور ضرورۃً اسے کھاتا ہوں پھر جب اپنے شاگردوں کے پاس تشریف لاتے تو انہیں تاکید کرتے اور فرماتے کہ تم پر حلال کھانا لازم ہے اس لیے کہ اگر تم ستون کی طرح شب و روز نماز میں کھڑے رہو تو حلال کھائے بغیر تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔"

☆☆☆☆☆

اسی طرح کی ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ۔

"سجستان میں ایک شخص طلب حلال میں رہتا تھا اسے بتایا گیا کہ فلاں جگہ ایک مجوسی ہے جو اپنے اسلاف سے دولت کثیرہ کا وارث ہوا ہے پس وہ شخص ان کے پاس گیا اور اس سے گندم مانگی تو مجوسی نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اس نے بتایا سجستان سے مجوسی نے کہا اے شیخ سجستان سے یہاں تک بہت فاصلہ ہے تو آپ نے میری بستی کے سوا گندم کو نہ پایا شیخ نے کہا میں نے گندم تو بہت دیکھی مگر میں حلال کی تلاش میں ہوں اور مجھے بتایا گیا کہ تمہارے ہاتھ وراثت کا مال کثیر آیا ہے مجوسی نے کہا ہاں یہ میرے لیے حلال ہے مگر میں یہ نہیں جانتا

کہ تمہارے دام کیسے ہیں آیا یہ حلال ہیں یا حرام لہٰذا میں آپ کے ہاتھ کچھ نہیں بیچوں گا۔

کہا گیا ہے کہ بے شک ایک شخص نے حرام سے بچنے کا ارادہ کر لیا تو وہ جنگل کو چلا گیا اور گھاس کھانا شروع کر دیا ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پیٹ کی ناڑیں سبز ہو گئیں پھر اس نے خواب میں سنا کہ اب تیرا پیٹ اچھا ہو چکا ہے۔”

☆☆☆☆☆

اسی طرح کی ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ۔

“کہ بے شک کھمس بن حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک جلال دینار تھا تو وہ اس کے ہاتھ سے گر گیا آپ اسے تلاش کر رہے تھے کہ آپ کے ساتھیوں نے آپ سے پوچھا اس نے بتایا کہ مجھ سے دینار گم ہوا ہے تب ان سب نے تلاش شروع کر دی پس ان میں سے ایک کو وہ دینار مل گیا تو اس نے کہا اے شیخ دینار یہ رہا پس حضرت کھمس نے دینار کی طرف دیکھ کر فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا اور نہیں جانتا کہ یہ وہی دینار ہے یا کوئی اور سب نے کہا آپ کے سوا ہم کسی کے پاس دینار نہیں لہٰذا بلاشبہ یہ دینار آپ کا ہی ہے آپ نے کہا ممکن ہے کہ ہم سے پہلے ہمارے علاوہ اور کوئی اور یہاں بیٹھا ہو اور اس کا دینار گم ہو گیا ہو جیسا کہ ہم سے گم ہوا تو آپ نے وہ دینار نہ لیا اور فرمایا مجھے اس دینار کی حاجت نہیں۔”

☆☆☆☆☆

رزق حلال میں اگر بہت زیادہ احتیاط نہ کی جائے تو پھر ولی کامل بھی درجہ ولایت سے نیچے آ جاتے ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری زندگی محنت و مشقت میں گزاری تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض اسی وجہ سے تھا کہ مبادا رزقِ حلال میں رخنہ اندازی نہ ہو جائے ہمیں ایک یہ بھی روایت ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے ایک مرتبہ ایک کھجور واپس کرنے کے لیے بیت اللہ سے بصرہ تک کا سفر بھی کیا تھا۔ یاد رہے کہ اس زمانہ میں دور دراز کے سفر غیر معمولی نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆

روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ۔

“حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک وقت بیت المقدس میں تھا پس جب آخری عشاء کی نماز پڑھی پھر لوگوں سے جدا ہو کر جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو آسمان سے دو فرشتے اترے اور مسجد کے محراب کے پاس کھڑے ہو گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں آدمی موجود ہے دوسرے نے کہا ہاں وہ ابراہیم بن ادھم ہیں اس نے پوچھا ابراہیم بلخی دوسرے نے کہا ہاں اس نے کہا ان کے لیے بہت افسوس ہے کہ اس نے بہت مجاہدہ کیا اور مصیبتوں پر صبر کیا یہاں تک کہ ولیوں کے درجہ کو پہنچا پھر ایک لغزش سے وہ مرتبہ فوت ہو گیا۔

دوسرے نے پوچھا وہ کیا لغزش ہے اس نے بتایا وہ

ایک روز بصرہ میں تھے انھوں نے کھجوریں خریدیں پس ایک کھجور آپ نے زمین پر پڑی دیکھی تو خیال گزرا کہ یہ میری کھجور گری ہو گی لہٰذا آپ نے اسے اٹھا کر کھا لیا حالانکہ وہ کھجور ان کی نہ تھی پس جب وہ اس کے پیٹ میں پہنچی تو ولایت کا درجہ سلب ہو گیا جب ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دونوں فرشتوں کی باتیں سنیں تو مسجد کے محراب سے چیخ کر روتے ہوئے نکلے اور بہت پریشان ہوئے حتیٰ کہ بصرہ پہنچے اور کھجور فروش کے پاس گئے پس اس سے کھجور خرید کر اسی کو واپس دے دی اور اسے قصہ بیان کیا کہ میں نے تجھ سے کھجوریں خریدیں اور ایک کھجور غلطی سے تیری اٹھا لی اب مجھے حلال کر دو تو کھجور فروش نے ان کے لیے مباح کر دی اور رو دیئے پھر ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیت المقدس کو آئے پس جب رات ہوئی تو مسجد میں داخل ہوئے پس آپ نے دو فرشتوں کو دیکھا جو آسمان سے اترے تو ایک نے دوسرے کو کہا میں یہاں آدمی محسوس کرتا ہوں دوسرے نے کہا کہ وہ ابراہیم بن ادھم ہیں جو درجہ ولایت سے گر گئے تھے تو اب پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ درجہ انہیں عطا کر دیا ہے۔"

☆☆☆☆☆

بلاشبہ عبادات و ریاضات صرف رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے ہی کی جاتی ہیں مگر ہمیں بزرگوں کی سوانح کے مطالعہ سے یہ بات بھی حاصل ہوتی ہے کہ بزرگوں نے عبادات کے ساتھ نفس کشی بھی کی اور

طعام سے اپنے نفوس کو دور ہی رکھا۔

☆☆☆☆☆

ایک روایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ۔

"حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نہ پھل کھاتے اور نہ سالن سے روٹی اور نہ میٹھا اور نہ ترش لیکن آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہر رات دو روغنی روٹیوں سے روزہ افطار کرتے اور اگر روغنی روٹیاں گرم ہوتیں تو ان کو شوربہ بھگوئی جانتے۔ کچھ دن آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہو گئے پھر جب صحت یاب ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل نے گوشت کی خواہش کی اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قصاب کے پاس آئے اور اس سے دو پیسوں کا ایک ٹکڑا گوشت خریدا تو قصاب نے اپنے نوکر سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔

پس وہ نوکر اس کے پیچھے چل دیا پھر جب نوکر واپس آیا تو بتایا کہ وہ چلتے چلتے پہاڑ پر چڑھ گئے پھر وہ گوشت کا ٹکڑا اپنی آستین سے نکال کر اسے بار بار سونگتے رہے پھر اپنے نفس کو کہا اے نفس مطمئن بے شک میں تجھے طاعت الٰہی میں مشقتوں پر آمادہ کرتا ہوں اور تجھے لذتوں سے روکتا ہوں یہ تیری دشمنی کے لیے نہیں بلکہ تیرے پیار کے لیے ہے کیونکہ بلاشبہ تو میرے نزدیک تمام جہان کی جانوں سے زیادہ محبوب ہے اور میں دوزخ سے تیری نجات چاہتا ہوں اور نفس صبر کر اور صابر رہ عنقریب تو دنیا کی مشقت سے نجات پائے گا اور

قرب الٰہی اور ہمیشہ کی نزدیکی حاصل کرے گا۔

پھر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رو دیئے اور یہ بیت کی۔ (ترجمہ) میں نے لذتوں سے صبر کیا یہاں تک کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ گئیں اور میں نے اپنے پر ہمیشہ اس سے صبر و لازم رکھا اور زمانے نہ رنج رسانی میں میرا نفس نادر سمجھا پھر جب گریہ و زاری پر میرا عزم دیکھا تو عاجزہ تابع ہوا پس میں نے کہا اے میرے نفس خوش ہو تحقیق دنیا ہمارے لیے تھی پھر منہ موڑ گئی اب میں نفس کی خواہش پر صبر کرتا ہوں کیونکہ صبر میں سکون ہے اور اے نفس ہمارے دنیا کے سامان پر خوش رہے۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہے اور کتنی سختیاں طوفان کی ٹھاٹھیں مارتی آئیں جن کو میں نے صبر کے چلو سے پیا یہاں تک کہ دل روشن ہوا۔“

☆☆☆☆☆

اسی طرح کی ایک اور بھی روایت ہمیں سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں حاصل ہوتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ۔

”ایک روز میں اپنے استاد سری السقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو انہیں مغموم و متفکر دیکھا تو میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو مجھے اس پر تعجب ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے بیٹا گزشتہ رات ایک واقعہ میرے درپیش آیا وہ یہ کہ میرے دل نے بہت تنگ کیا کہ سرد پانی نئے کوزہ میں پینا چاہا تو میں نے اپنی بیٹی کو بازار بھیجا اس نے کوزہ خرید کر خوب صاف کیا پھر اس میں میرے لیے پانی لائی پس میں نے اسے رکھ دیا یہاں تک کہ پانی خوب ٹھنڈا ہو گیا۔

پھر جب میں اوراد و وظائف سے فارغ ہوا تو مجھ پر نیند نے غلبہ کر لیا پس میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر نہایت نورانی چہرے والی حور داخل ہوئی جس کے پاس تاج اور ایسا لباس ہے کہ اس جیسا کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھا اس کا حسن و جمال اور نورانیت دیکھ کر میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے لڑکی تم کس کے لیے ہو وہ میری طرف سے منہ موڑ کر تیوری چڑھا کر بولی کہ میں ایسے شخص کے لیے نہیں ہوں جو ٹھنڈا پانی نئے کوزہ میں پینے کی خواہش رکھتا ہو پھر اس نے ہاتھ کی ٹھوکر سے کوزہ توڑ دیا پس میں نیند سے بیدار ہوا تو کوزہ ٹوٹا ہوا اور پانی گرا ہوا پایا۔ یاد رہے کہ حلال چیزوں کا استعمال جائز ہے جب تک کہ اسراف نہ ہو مگر لذیذ چیزوں کی طلب میں نفس امارہ کی پیروی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے چاہتا ہے کہ ان کا ہر فعل میری رضا کے لیے ہو نفس امارہ کو اس میں کوئی دخل نہ ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں مذکورہ واقعہ دکھا کر تنبیہ کی کہ میرے ہو کر نفس امارہ کی مرضی پر نہ چلو۔

☆☆☆☆☆

حضرت علقمہ بن مرثد کا فرمان ہے زہد تابعین میں آٹھ آدمیوں پر ختم ہے۔ انہی میں سے ایک اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے۔

ان کے گھر والوں نے انہیں مجنوں خیال کر کے باہر ان کے واسطے حجرہ بنا دیا تھا اور وہ لوگ سالہا سال تک ان کو دیکھنے بھی نہ جاتے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو موسم حج میں انہوں نے آواز دی۔ اے لوگو! سب کھڑے ہو جاؤ سب لوگ سن کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پھر فرمایا یمن والوں کے علاوہ سب بیٹھ جائیں (چنانچہ یمن کے لوگ کھڑے ہو گئے اور تمام بیٹھ گئے) اس طرح پھر اہل یمن میں سے صرف قبیلہ مراد کے باشندوں کو، اس کے بعد مقام قرن کے باشندوں کو کھڑے رہنے کا حکم دیا اس طرح لوگ بیٹھ گئے محض ایک آدمی کھڑا رہ گیا جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چچا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کیا تم خاص قرن کے باشندے ہو؟

ضیعف مرد: ہاں امیر المومنین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کیا تم اویس کو جانتے ہو؟

ضیعف مرد: امیر المومنین! آپ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا پوچھتے ہیں۔ اس سے زیادہ بے وقوف، مجنون اور محتاج ہم میں کوئی نہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھے کی یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا یہ عیوب جو تو گنا رہا ہے تجھ میں ہیں اس میں نہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اویس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع و مضر جتنے آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔

عمار بن یوسف ضبی کا بیان ہے کسی نے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح و شام کس طرح گزارتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا صبح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں رہتا ہوں اور شام کو اس کی حمد و ستائش میں، ویسے تم ایک ایسے انسان کا حال دریافت کرتے ہو جو صبح کو شام تک کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا اور شام کو صبح تک کی زندگی کا، کیوں کہ موت اور اس کی یاد نے مومن کے لئے کوئی خوشی باقی نہ رکھی اور مال میں اللہ تعالیٰ کے حق نے مسلمان کے لئے چاندی سونے کی گنجائش باقی نہ رکھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مسلمان کا کوئی دوست نہ رہنے دیا جب اہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں تو وہ ہمیں برا جانتے ہیں۔ ہماری بے حرمتی کرتے ہیں اور ہمارے مقابلہ میں اہل فسق کو اپنا ہمنوا پا لیتے ہیں۔ بخدا نوبت بایں جا رسید کہ مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھ دیئے جاتے۔ اتنا کہہ کر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا راستہ لیا اور مجھے تنہا چھوڑ گئے۔

حضرت اصبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

> "اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب شام ہوتی تو کہتے یہ رکوع کرنے کی رات ہے اور پھر پوری رات رکوع ہی میں گزار دیتے۔ کبھی فرماتے یہ رات سجدے کی رات ہے اور رات سجدہ میں بسر ہو جاتی۔ بعض اوقات شام کو کچھ کھانا بچ رہتا تو شام ہی کو خیرات کر دیتے۔ پھر دعا کرتے۔ بار الٰہی! اگر کوئی بھوکا مر جائے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا اور کوئی ننگا ہو تو بھی مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔"

* * *

عفو و درگزر

تذکرے اور ضحیتین نامی کتاب میں درج ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشق اور محبت کا وہ پیکر رقم تھے کہ جنہیں سرکار دو عالم ﷺ کی قربت وحضوری دور رہ کر بھی میسر تھی۔ فرطِ محبت میں جنوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ دیوانوں کی مانند برہنہ پا گلیوں میں پھرتے تھے۔ پریشان حال اور خستہ حال دیکھ کر لڑکے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجنون و دیوانہ سمجھتے اور پتھر مارتے تھے جن سے خون بہنے لگتا۔ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رک گئے اور بچوں سے فرمانے لگے مجھے بڑے پتھروں سے نہیں بلکہ چھوٹے پتھروں سے مارا کرو۔

وہاں پر موجود کسی شخص نے پوچھا کہ اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تمہارے دعویٰ عشق کی یہی حقیقت ہے کہ بڑے پتھروں کی تکلیف سے خوفزدہ ہو گئے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر مسکرا کر کہنے لگے۔ نہیں میں بڑے پتھروں سے تو نہیں ڈرتا ہو بلکہ بات صرف یہ ہے کہ ان سے خون بہنے لگتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے اور میں بے وضو یادِ الٰہی تو نہیں کر سکتا۔ یعنی دیوانگی میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریعت کا کس قدر پاس تھا۔

عفو و درگزر ہمارے بزرگوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے اگرچہ یہ اب ناپید ہوتا جاتا ہے مگر ہم آپ کی یاد دہانی کے لئے صرف چند روایات پیش کرتے ہیں۔

"ایک روز امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ سفر کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا عمامہ شریف سر پر اور ذوالفقار حیدری گلے میں لٹکائے صحابہ کرام کے درمیان یوں جلوہ گر تھے جیسے چاند ستاروں کے جھرمٹ میں۔ پس ایک اعرابی آیا دیکھ کر کہنے لگا کیا آپ علی بن ابوطالب کے فرزند ہیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں پھر وہ زبان درازی کرتے ہوئے کہنے لگا تمہارے باپ علی تو خون ریز و فتنہ گر شخص تھے یہ سنتے ہی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اسے مارنے اور ادب سکھانے کا قصد کیا۔

پس امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مدہوش ہوش پکڑ اس قدر آدمیت سے نہ گزر اگر بھوکا ہے تو بتا ہم تجھے کھانا کھلاتے ہیں۔ پیاسا ہے تو پانی موجود ہے مقروض ہے تو بتا ہم تیرا قرض اتار دیتے ہیں اور اگر تو ماں یا بیوی سے جھگڑ کر آیا ہے تو ہم سفارش کر دیتے ہیں اور بار محنت سے تنگ دل ہے تو تیری مدد کر دیتے ہیں یہ باتیں سن کر اعرابی حیران ہو کر کہنے لگا آپ اہلبیت کا کرم اس انتہا کو پہنچا ہوا ہے کہ برائی کا بدلہ بخشش اور نوازش سے دیتے ہو پھر حضرت نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہمارے حوصلے بلند پہاڑوں کے مانند ہیں ہم تیز و تند آندھیوں سے گھبرانے والے نہیں۔"

☆☆☆☆☆

"حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ بار زہر دیا گیا مگر آپ بفضلہٖ باری تعالیٰ شفایاب ہوتے رہے پھر چھٹی بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر نے ایسا اثر کیا کہ جگر کے ٹکڑے کر دیئے تو بوقت وصال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور دیکھ کر رونے لگے اور کہا اے بھائی بتایئے آپ جانتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر کس نے دیا فرمایا ہاں! امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پھر مجھے بتا دیں اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال کر جائیں تو میں اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لوں فرمایا اے بھائی آپ اس خیال سے پریشان نہ ہو اور کچھ باز پرس نہ کرو بلکہ درگزر کرو اس لیے کہ ہم خاندان نبوت و اہلبیت نبوی ہیں پس اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا تو میں اس وقت تک جنت میں نہ جاؤں گا جب تک کہ اسے نہ بخشوا لوں جس نے مجھے زہر دیا۔"

☆☆☆☆☆

"حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز جنگل میں چل رہے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سوار ملا اس نے پوچھا کہ آبادی کدھر ہے تو ابراہیم نے قبرستان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہاں اس نے کہا کہ تم مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو پھر اس نے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ ۔ اتنا کوڑوں سے مار کر لہولہان کر دیا پھر چلا گیا جب شہر کے قریب پہنچا تو دیکھا اہل شہر سے مرد و عورتوں کے جتھے کے جتھے چلے آ رہے ہیں تب سوار شخص نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہیں کیا حادثہ پیش آیا انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس جنگل میں تشریف لائے ہیں اس نے کہا کہ وہ کس طرح کے ہیں انھوں نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلیہ ایسا ایسا ہے اس نے بتایا کہ میں نے اس طرح کے شخص کو دیکھا ہے مگر میں نے بے علمی میں اسے مارا ہے۔

پھر وہ شخص روتا ہوا نادم ہو کر ان کے ساتھ تلاش کو واپس ہوا تو انھوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس حال میں پایا کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پانی سے جسم و کپڑوں کا خون دھو رہے ہیں۔ پس وہ شخص سواری سے اترا اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قدم بوسی کی اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے دامن گیر ہو کر معذرت کی اور عرض کی کہ میں نے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہچانا نہ تھا فرمایا میں نے تجھے اسی وقت معاف کر دیا تھا میں نے جی میں کہ کہ خلاف مروت ہے کہ میں تیرے سبب قیامت کو ثواب پاؤں اور تو میری وجہ سے گرفتار رہو اور میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کو میری وجہ سے دونوں جہانوں میں اذیت پہنچے۔"

☆☆☆☆☆

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو تادیبا کان ملے کہ کوئی قصور ہو گیا تھا غلام نے آہ بھری فوراً

چھوڑ دیا تھوڑی دیر بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سر کو جھکایا پھر اٹھایا اور فرمایا اے غلام تو نے اس آہ سے میرے دل کو زخم لگایا۔ فرمایا اب میرا کان پکڑو اور اتنا ملو جتنا کہ میں نے ملا غلام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم غلام ہو تم پر میرے حکم کی اطاعت واجب ہے پھر اس نے بامر مجبوری حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کان پکڑ کر ملا اور ساتھ ہی عرض کی اے آقا جیسے آپ زیادتی پر قیامت کو بدلے کے خوف سے ڈرتے ہیں پس ایسے ہی میں بھی بے ادبی کے ارتکاب سے ڈرتا ہوں کہ کل قیامت کو مواخذہ نہ ہو یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور فرمایا میں نے تجھے سب حق معاف کیا اور آزاد کیا پھر دعا کی اے اللہ تعالیٰ تو اسے مجھ سے راضی کر اور ہم سب کو معاف فرما اور اپنے کرم سے تو بہت کرم کرنے والا ہے۔"

☆☆☆☆☆

"حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ کبھی بے فائدہ بات نہ کرتے اور جب کبھی اولاد یا غلام باندی پر خفا ہوتے تو صرف یہی کہتے بارک اللہ علیک۔ اللہ تجھ پر برکت کرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اونٹ جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت بار حج کیا اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پیار کرتے اپنے ہاتھ سے اسے چارہ دیتے اور کسی کو اس پر سوار ہونے یا بوجھ لادنے کی اجازت نہ دیتے۔

ایک دن غلام اسے پانی پلانے کو گیا راستہ میں اسے کوڑا مارا جو اتفاق سے اس کی آنکھ پر لگا جس سے اونٹ کی آنکھ ضائع ہو گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں نے خیال کیا کہ آج تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں بہت باتیں کریں گے مگر ہوا یہ کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ کو دیکھا تو کہا سبحان اللہ تو نے اسے آنکھوں پر مارا ہے اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت کرے اے لوگو گواہ رہو میں نے اسے آزاد کیا پس یہ کہا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ شاید کرام الکاتبین نے بیس سال میں اس کلمہ کے سوا کچھ نہ لکھا اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلمہ کہنے پر وصال تک روتے تھے۔"

☆☆☆☆☆

ہمیں مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پر آوازے کسنے والوں اور پتھر مارنے والوں کو کبھی بھی الٹ کر جواب میں کچھ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ خاموشی سے گزر جایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مقام پر فائز تھے اگر چاہتے تو دم بھر میں ان کی زبانیں بند کر سکتے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں بھی مفلوج کر سکتے تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو کچھ نہیں کہا۔ وجہ صرف ایک ہی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس قدر مستغرق رہا کرتے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی اور طرف دھیان دینے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ ہاں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پتھر مارنے والوں سے یہ ضرور فرمایا تھا کہ مجھے ایسے پتھر مارا کرو کہ جن سے خون نہ بہے کیونکہ خون بہنے سے وضو قائم نہیں رہتا۔

ایک معروف روایت ہے کہ حضرت عامر بن شراخیل اہل عراق کے امام تھے ایک روز آپ کے پاس ایک آپ کا مخالف اور زبان دراز شخص آیا اور آپ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ آپ بڑے تحمل اور خاموشی کے ساتھ اس کی زبان درازی ملاحظہ فرماتے تھے۔ جب وہ ذرا رکا تو آپ نے بڑی ملائمت سے فرمایا۔ اگر تم نے یہ سب کچھ سچ کہا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اور اگر تم نے جھوٹ کہا ہے تو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے وہ شخص اپنا سا منہ لے کر جدھر سے آیا تھا ادھر چلا گیا۔

☆☆☆☆

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ آپ کے پاس آپ کے قبیلہ مراد کا ایک شخص آیا۔ اس نے سلام دعا کے بعد آپ کی مزاج پرسی کی تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اس کی مہربانی کہ وہ جس حال میں رکھے پھر اس نے پوچھا کہ اے اویس! یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے ساتھ لوگوں کا سلوک کیسا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہی دلآویز لہجہ میں ارشاد فرمایا اے شخص جس بندے کو شام کے بعد صبح اور پھر صبح کے بعد شام تک زندہ رہنے کا ہی کوئی بھروسہ نہ ہو ایسے بندے سے تم یہ سوال کرتے ہو۔ اے میرے دوست! اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مسلمان کے فرض کی ادائیگی نے بھلا اس کا کوئی رفیق یا کوئی اس کی خواہش باقی رہنے دی ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ موت نے کسی کے لئے خوشی و مسرت کا کوئی موقع ہی باقی نہیں رہنے دیا۔ پروردگار عالمین کی قسم ہے ہم چونکہ لوگوں کو نیک کاموں کی تلقین کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں تو اس لیے لوگ ہمیں اچھا نہیں سمجھتے اور ان کو ہمیں ستانے کے لئے لاتعداد مددگار بھی مل جاتے ہیں مگر ہمیں صرف ایک ہی مددگار کافی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ عزوجل۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات

تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

”رسول اکرم ﷺ اکثر اوقات غروب آفتاب کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ شہر سے باہر تشریف لے جاتے اور یمن کی جانب رخ فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن ۝

(ترجمہ) یعنی مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔“

صحیح مسلم شریف کے باب اویس قرنی کی فضیلت میں اور مشکوٰۃ شریف کے خصوصی باب ذکر یمن و شام کے علاوہ ذکر اویس قرنی میں یہ حدیث مبارکہ درج ہے کہ۔

”عن عمر بن الخطاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویس لا یدع بالیمن غیر ام لہ قد کان بہ بیاض فدعا اللہ فاذھبہ الا موضع الدینار اوالدرھم فمن لقیہ منکم فلیستغفرلکم وفی روایۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یقول ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس ولہ ولہ والدۃ وکان بہ بیاض فمروہ فستغفر لکم"

(ترجمہ): حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص یمن سے آئے گا جس کا نام اویس ہوگا۔ وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اس کے بدن میں سفیدی (برص کی بیماری) تھی۔ اس نے اللہ سے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن سے سفیدی کو ختم کر دیا۔ ہاں! ایک درہم یا ایک دینار کے برابر سفیدی رہ گئی۔ پس تم میں سے جو شخص اس (اویس) سے ملے اس کو چاہیے کہ اس سے اپنے لیے مغفرت کی دُعا کرائے۔"

☆☆☆☆☆

اور روایت میں یوں ہے کہ۔

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تابعین میں بہتر شخص وہ ہے جس کا نام اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اس کی ایک ماں ہوگی اس کے بدن پر برص کا نشان ہے۔ پس تم اس سے دُعائے مغفرت کرانا۔"

☆☆☆☆☆

خواجہ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تذکرۃ اولیاء میں لکھتے ہیں کہ۔

"رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

احب الاولیاء الی اللہ لا تقیاء الاخفیاء

(ترجمہ): اولیاء میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب وہ ہیں جو پرہیزگار اور مخفی ہیں۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں تو یہ بات نہیں پائی جاتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یمن میں اویس نامی ایک شتربان ہے اس کے قدم بقدم چلو گے تو یہ مرتبہ حاصل ہوگا۔"

☆☆☆☆☆

تذکرۃ الاولیاء باب دوم میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ تحریر کی ہے کہ۔

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روز محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلوے میں جو اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ ہوں گے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لیے ریاضت و عبادت اختیار کی کہ دنیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر روز محشر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔

☆☆☆☆☆

علامہ محمد اسلم جیراج پوری ''نوادرات'' میں ابن سعد کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ۔

''جنگِ صفین میں ایک شامی نے (لشکر سے) نکل کر پکارا کہ کیا تم (کوفے والوں) میں اویس قرنی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''ہاں'' اس نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ''اویس قرنی تابعین میں سب سے بہتر ہے۔''

☆☆☆☆☆

نوادات میں علامہ اسلم جیراجپوری نے لکھا ہے کہ حلیۃ الاولیاء میں ایک مرفوع حدیث درج ہے کہ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عریانی کی وجہ سے مسجد میں نہیں آسکتے بوجہ اس کے کہ وہ فقراء کے سوال پر اپنے کپڑے بخش دیتے ہیں۔ ان میں سے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرات بن حیان ہیں۔''

☆☆☆☆☆

حضرت شیخ فرید الدین عطا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ۔

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو ایسے قبیلے تھے جو کثرت سے بھیڑیں پالتے تھے)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں

مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! ''اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اصرار پر فرمایا کہ وہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

☆☆☆☆☆

ابن سعد نے طبقات جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۸۳ (اردو) پر لکھا ہے کہ سلام بن مسکین کہتے ہیں کہ۔

''ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دوست اس امت میں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

☆☆☆☆☆

علامہ عبدالقادر اربلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف ''تفریح الخاطر'' میں رقم کیا ہے کہ۔

''مقام قاب قوسین او ادنٰی اور مقصد عند ملیک مقتدر پر نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو سر تا قدم گلیمِ نور میں چھپ کر آرام فرما رہا ہے۔ عرض کیا یا الٰہی! یہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ستر سال کے بعد آرام کر رہا ہے اور فرمایا کہ میں اسے مخفی رکھوں۔''

☆☆☆☆☆

طبقات ابن سعد میں ہے کہ۔

''محمد ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ان سے ملے تو ان سے میری بخشش کی دعا کے لیے کہے۔''

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

"اویس احسان و مہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔"

☆☆☆☆☆

اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ۔

"ایک دفعہ میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لیے دُعائے مغفرت کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کیسے دُعا کر سکتا ہوں۔ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں (مجھے تو صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا) انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "خیر التابعین ایک شخص ہے اس کو اویس کہا جاتا ہے۔"

☆☆☆☆☆

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی امدادی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو بنو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا۔ وہ اچھا ہو گیا لیکن درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کر دے۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دُعا کرانا" دُعا کرانا میرے لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے (اویس) سے دُعائے مغفرت کے لیے کہا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لیے بخشش کی دُعا کی۔"

☆☆☆☆☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنے (محبوب) بندوں میں سے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) فرمائیے وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔"

اس حدیث پاک کی تائید قرآن پاک کی سورہ فاطر کی آیت نمبر ۳۲ سے بھی ہوتی ہے۔

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا ۚ فمنھم ظالم لنفسہ ۚ ومنھم مقتصد ۚ ومنھم سابقٌ بالخیرات

(ترجمہ): پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا۔ پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض اللہ کی توفیق سے نیکیوں پر سبقت لے جانے والے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ۔

"بالتحقیق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاک نفس مخفی فرماں برداروں کو پسند کرتا ہے جن کے بال پریشان چہرے خاک آلود اور شکم بجز کسب حلال کے بھوکے اور لاغر ہوتے ہیں۔ وہ ایسے لاپرواہ ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی ملے اور ان سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اجازت نہ دیں۔ اگر مالدار عورتیں نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح نہ کریں۔ اگر غائب ہو جائیں تو کوئی ان کو تلاش نہ کر سکے۔ اگر مر جائیں تو کوئی ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر ہوں تو کوئی ان کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا۔ بیمار ہوں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اویس قرنی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اویس قرنی کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بھورے بالوں والا سرمگیں چشم ہے۔ راست قد، پر کشا، رنگ سرخی مائل ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی، نظر نیچی، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے نفس پر روتا ہے۔ دو سے تیسرا لباس نہیں۔ ایک کملی تہہ بند اور ایک کملی ردا۔ زمین میں گم نام ہے مگر آسمان میں مشہور۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پوری کردے۔ ہاں! یاد رکھو اس کے مونڈھے کے نیچے ایک چمکتی ہوئی سفیدی (برص) ہے۔

قیامت کے دن جب نیک بندوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ

اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا ٹھہر جاؤ اور سفارش کرو۔ اس کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ ربیعہ اور مضر جتنے لوگوں کو بخش دے گا۔

اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تم اس سے ملنا تو درخواست کرنا کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دُعا کرے۔

☆☆☆☆☆

حرم بن حیان ایک صاحب دل تابعی اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا تذکرہ شاہ معین الدین ندوی کی کتاب سیرت صحابہ جلد نمبر ۳ کے صفحہ نمبر ۴۹ اور طبقات ابن سعد (اردو) حصہ ششم کے صفحہ نمبر ۱۸۱ میں اس طرح کیا گیا ہے کہ

> "ابن حیان، (یا حیان) کہتے ہیں کہ میں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے شوق میں کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارے پہنچا دیکھا ایک شخص تنہا بیٹھا نصف نہار کے وقت دریا کے کنارے پر وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھو رہا ہے۔ میں اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف سن چکا تھا اس لیے فوراً پہچان گیا۔ وہ فربہ اندام تھے۔ رنگ گندم گوں تھا۔ بدن پر بال زیادہ تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر صوف کا ازار (پاجامہ) اور صوف کی ایک چادر تھی چہرہ بہت بڑا اور مہیب بارعب تھا۔"

☆☆☆☆☆

فرمان نبوی ﷺ اور تابعی ابن حیان کے مطابق حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک یہ تھا۔

☆ رنگ، گندم گوں بروایت دیگر بسرخی مائل

☆ دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ

☆ آنکھیں نیلگوں مگر سرگیں

☆ قد درمیانہ

☆ ٹھوڑی سینہ سے لگی ہوئی

☆ نظریں نیچی سجدہ گاہ پر جمی ہوئیں

☆ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے

☆ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوگا اور اپنے اوپر روتا ہوگا

☆ لباس دو کپڑوں پر مشتمل ایک پشمی پاجامہ اور ایک پشمی ردا

☆ دنیا میں گم

☆ آسمان پر مشہور

☆ قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچ کر دے

☆ بائیں کندھے تلے برص کا سفید نشان

روز محشر نیکو کاروں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ ٹھہر جاؤ لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ ربیعہ اور مضر قبیلوں کے افراد کی تعداد کے برابر لوگوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کرے گا۔

☆☆☆☆☆

حضرت شیخ فرید الدین عطاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ۔

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعین اور

مقتدائے اربعین میں سے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اویس احسان و مروت کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔" بعض اوقات آپ ﷺ روئے مبارک جانب یمن کر کے فرمایا کرتے تھے کہ "میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "روز محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلوے میں جو اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ ہوں گے کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی کر کے محض اس لیے عبادت و ریاضت کی کہ دنیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر روز محشر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔"

☆☆☆☆☆

ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ۔

"میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض

کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس کا اصل نام کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کبھی نہیں لیکن چشم ظاہری کی بجائے چشم باطن سے اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہات ہیں۔

اوّل غلبہ حال۔

دوم تعظیم شریعت کیونکہ اس کی والدہ مومنہ بھی ہیں اور ضعیف اور نابینا بھی ہیں۔

اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتر بانی کے ذریعے ان کے لیے معاش حاصل کرتا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر) تم اسے نہ دیکھو گے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھیں گے اور ان کی شناخت اور تعارف یہ ہے۔ پورے جسم پر بال ہیں۔ ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے لیکن وہ برص کا داغ نہیں لہٰذا" جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا پیغام بھی دینا۔"

"پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے خرقہ (جبہ) کا حقدار کون ہے تو آپ

ﷺ نے فرمایا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

(تذکرۃ الاولیاء باب ۲ صفحہ نمبر ۸)

☆☆☆☆☆

اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ۔

"کوفہ کے لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں ایک شخص تھا جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹھٹھا کرتا تھا کیوں کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا حال چھپاتے تھے۔ (امام نووی نے کہا کہ عارفوں کا یہی طریقہ ہیں)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

یہاں قرن کا بھی کوئی آدمی ہے وہ شخص آیا۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

"تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کا نام اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ وہ یمن میں کسی کو نہ چھوڑے گا۔ (اپنے عزیزوں میں سے) سوائے اپنی ماں کے۔ اس کو (برص کی) سفیدی ہو گئی تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سفیدی اس کے بدن سے دور کر دی مگر ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے جو کوئی تم میں سے اسے ملے اپنے لیے اس سے دعا کرا دے۔" (جدید مظاہر حق اور مسلم شریف حدیث نمبر ۲۲۳)"

☆☆☆☆☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔

> ”بہتر تابعی ایک شخص ہے جس کو اویس کہتے ہیں اس کی ایک ماں ہے اور اس کو ایک سفیدی تھی تم اس سے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے۔ (مسلم شریف حدیث نمبر۲۲۴)“

☆☆☆☆☆

اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ (یعنی وہ لوگ جو ملک سے لشکر اسلام کی مدد کے لیے جہاد کے لئے آتے) آتے تو وہ ان سے پوچھتے تم میں سے اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے کہ تمہارا نام اویس ابن عامر ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم قبیلہ عامر سے ہو انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا قرن میں سے ہو انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تم کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا جو یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ ہوگا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کر دے پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا۔ تم دعا کرو میرے لیے۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو حاکم کوفہ کے نام خط لکھ دوں۔ انہوں نے کہا مجھے خاکساری میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسوں میں سے ایک شخص نے حج کیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال پوچھا۔ وہ بولا میں نے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے گھر میں اسباب کم تھے اور وہ تنگ تھے (خرچ سے)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اویس بن عامر تمہارے پاس یمن والوں کے امداد کی لشکر کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد میں سے ہے اور پھر قرن میں سے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر ایک درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے پھر اگر تم سے ہو سکے تو اس سے دعا کرانا۔ وہ شخص یہ سن کر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو ابھی نیک سفر کر کے واپس آ رہا ہے (یعنی حج سے) میرے لیے دعا کرو پھر وہ شخص بولا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی جواب دیا۔ پھر پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ وہ شخص بولا۔ ہاں ملا۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لیے دعا کی۔ اس وقت لوگ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ سمجھے۔ وہ وہاں سے سیدھے چلے۔ اسیر نے کہا ان کا لباس چادر تھا۔ جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چادر کہاں سے آئی۔ (مسلم شریف حدیث نمبر ۲۲۵)

دندان کی قربانی اور عشقِ رسول کریم ﷺ

ان رسول اللہ! قال لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین (متفق علیہ)

(ترجمہ): رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک بھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی اولاد، اپنے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

اس حدیث مبارکہ کی عملی تفسیر یقیناً حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات تھی حاصل شدہ تمام تر روایات کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمہ وقت اسی میں مستغرق رہتے تھے۔ بہت سی روایات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت گزاری کی وجہ سے اپنے آبائی وطن سے دور نہیں ہوتے تھے۔ فقیر تو یہی کہتا ہے کہ یہ بھی سرکار دو عالم ﷺ ہی کے عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت گزاری کرتے تھے۔

جناب نواز رومانی صاحب اپنی کتاب عشق رسول کریم کے صفحہ نمبر ۴۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان دین کی محافل میں دین و دنیا کے خزانوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ بوریا نشین ہونے کے باوجود ان کی نظر لوح محفوظ پر ہوتی ہے۔ ان کا حال و مستقبل صرف اور صرف محبت و عشق ہوتا ہے۔ وہ محبوب حق کی محبت میں اس قدر غریق و مست ہوتے ہیں کہ انہیں بجز محبوب کے کچھ یاد نہیں ہوتا۔ سب جگہ مختلف رنگوں اور صورتوں میں انہیں صرف محبوب حقیقی ہی جلوہ گر نظر آتا ہے اور جب کبھی خاص نیاز مند و محب حاضر خدمت ہوں تو ان کے بحر محبت و عشق میں طغیانی آجاتی ہے اور اس کی تہہ میں نہاں گرانمایہ و آبدار لعل و گہر جامہ الفاظ میں ان کی زبانوں سے نکلنے لگتے ہیں کہ سامعین حیرت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

ایک دن حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ بدر الدین غزنوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر نیاز مند موجود تھے کہ قلزم محبت و عشق میں بلند و بالا طوفانی لہریں اٹھنے لگیں۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مستانہ انداز میں فرمانے لگے۔

اے درویش! محبت میں سات سو مقام ہیں۔ مگر پہلا مقام یہ ہے کہ جو آزمائش محبوب کی طرف سے عاشق زار پر نازل ہو اسے چاہئے کہ وہ اس پر صبر کرے۔ کیونکہ آزمائش و ابتلا نکھار پیدا کرتی ہے۔ آلائشوں سے پاک کرتی ہے اور جہاں محبت آجاتی ہے تو دوئی اٹھ جاتی ہے۔ وہاں یگانہ ہی بننا پڑتا ہے کہ اس کے بغیر وصال محبوب کے شرف سے مشرف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی جان لو کہ

محبت کا تعلق دل سے ہے۔ دل وہی زندہ ہے جس میں محبت و اشتیاق ہے اور مومنین کے قلوب پاکیزہ زمین کی مانند ہیں۔ اگر محبت کا بیج اس میں بویا جائے تو رنگ برنگ کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔

دل کی تین اقسام ہیں۔ ایک دل پہاڑ کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی جگہ سے ذرہ برابر حرکت نہیں کرتے۔ یہ دل محبان صادق کے دل ہوتے ہیں۔ کچھ دل درخت کی مانند ہوتے ہیں کہ جڑ تو ان کی قائم ہے مگر شاخیں ہوا سے ہلنے لگتی ہیں۔ اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو درخت کے پتوں کی طرح ہوا کے ایک جھونکے سے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔ مگر محبت میں پختہ اور سچا وہ شخص ہے جو یار محبوب کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا ہو علاوہ ازیں اہل محبت کی وفا کا تقاضا یہ ہے کہ خدائے قدوس کی سلطنت عظیمہ کا سب کچھ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے تو وہ منظور نہ کریں۔ سوائے دیدار حق کے۔ ان کی نظر میں کائنات و مافیہا نہ جچے بلکہ اسے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

ایک واصل بحق اپنی مناجات میں یوں کہا کرتا تھا۔

"اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا یا دوزخ میں بھیجے گا تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم کہ دوزخ کے دروازے پر بیٹھے سے ایک ایسی آہ نکالوں گا جس سے دوزخ کی ساری آگ نیست و نابود ہو جائے گی۔"

اس شخص سے پوچھا گیا۔

"میاں تو کیا کہہ رہا ہے کیا کہیں دوزخ کی آگ بھی تباہ ہو سکتی ہے۔"

اس نے فرمایا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ اگر آتش محبت کے مقابلے میں دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں تو انہیں نابود کرنے کے لئے عاشق کے سینے کی ایک آہ ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ محبت کی آگ سے اور کوئی آگ تیز نہیں ہے۔"

اے درویش! صرف بندہ ہی اپنے رب کریم سے محبت نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل بھی اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے جو دو طرح کی ہے۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری تو پیغمبر علیہم السلام ہیں اور باطنی عقل ہے۔ اس واسطے اگر عالم ہے اور عقل نہیں تو اسے علم کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ کتاب عشق میں مرقوم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"جب میرا ذکر بندہ مومن پر غالب ہو جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں اور وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔"

عشق سے مراد محبت ہے پھر انسان کو اس سعادت عظمیٰ سے کیوں محروم رہنا چاہیئے۔

اے درویش! جب عشق کی تخلیق کی گئی تو خلاق عالم نے فرمایا۔

"اے عشق! تمہارا مسکن و جائے قرار دردمند انسانوں کے دلوں میں بنا دیا ہے۔ جاؤ اور وہاں رہو۔"

اور پھر عشق سے لاکھوں ریشے محبت کے پیدا فرمائے۔ پھر آواز آئی۔

"سب مومنوں کی ارواح جمع ہو جائیں۔"

اور فرشتوں کو حکم دیا کہ عشق کو مجسم صورت میں بصد کرشمہ و ناز ان کے سامنے لایا جائے وہ روحیں جو عشق و محبت حق کے قابل تر تھیں اور سلسلہ عشق و ریشہ محبت کو مضبوطی سے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی تھی وہ پہلی دفعہ ہی دریائے عشق میں غرق ہو گئیں۔ اور ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ ارواح انبیاء و اولیاء عشاق کی تھیں۔ بعض دیگر ارواح کو جو صرف دیدار میں مستغرق رہیں وہ اہل مجاز

کی روحیں تھیں لیکن جو اہل مجاز دولت حقیقت سے سرفراز ہوتے ہیں تو انہیں اپنی قدر کا شعور ہو جاتا ہے۔

عشق کی ابتداء حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ جب ان کو اس دنیا میں پیدا کیا گیا تو جمال عشق ان کی نظروں کے سامنے لایا گیا۔ جونہی انہوں نے جمال عشق کو ملاحظہ فرمایا تو دیوانوں کی طرح پھرنے لگے۔ پھر فرشتوں سے خطاب ہوا۔

''اے فرشتو! میں آدم (علیہ السلام) کے لئے مونس پیدا فرمانا چاہتا ہوں تاکہ ان کی دلداری کرے وگرنہ آدم (علیہ السلام) برداشت نہ کر سکے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔''

فرشتوں نے سربسجود ہو کر عرض کی۔

''اے باری تعالیٰ! جو کچھ تو جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔''

فرمان ہوا۔

''غور سے دیکھو میں اس کا مونس کس طرح پیدا کرتا ہوں۔''

حضرت آدم علیہ السلام تنہا تھے کہ ان کے بائیں پہلو سے حضرت حوا علیہ السلام پیدا ہوئیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کہا اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ انہوں نے دیکھا تو پوچھا۔

''اے صورت زیبا تو کون ہے۔''

عرض کیا۔

''میں آپ علیہ السلام کی زوجہ ہوں تاکہ میری ہم نشینی میں آپ کو قرار نصیب ہو۔''

یہ کہنے کے بعد حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رضی رحمتہ اللہ تعالیٰ

علیہ نے نمناک آنکھوں سے یہ اشعار پڑھے۔

چنداں ناز است ز عشق تو برسر من
یا در غلطم کہ عاشق تو بر من
یا در سر ایں غلط شود ایں سر من
یا خیمہ زند وصل تو اندر بر من
گفتم صنما مگر تو جانان منی
آنسوں کہ نگہ ہمی کنم جان منی
مرتد گردم اگر ز من برگزری
اے جان جہاں تو کفر و ایمان منی

(ترجمہ): تیرے عشق سے میرے دل میں اتنا ناز پیدا ہو گیا ہے یا میں غلطی میں ہوں کہ تو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے یا تو یہ خیال میرے دماغ سے نکل جائے یا میرے پہلو میں تیرا وصل خیمہ زن ہو جائے۔

میں نے عرض کیا محبوب شاید تو میرا معشوق ہی ہے۔ اب جب دیکھتا ہوں تو تو ہی میری جان نظر آتا ہے۔ اگر تو مجھ سے چلا جائے تو مرتد ہو جاؤں گا۔ گویا اے جان جہاں تو میرا کفر و ایمان ہے۔

پھر عشق کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے کہا۔

''عشق کی تحریک مشاہدہ معشوق سے ہوتی ہے جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو وہ مجاہدہ مکاشفہ بن جاتا ہے اور جب مکاشفہ مشاہدہ بنتا ہے تو عاشق اپنے آپ کو معشوق کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے۔ اس کا جذبۂ عشق ترقی پذیر ہوتا ہے۔ بتدریج منازل عرفان طے کرتا جاتا ہے۔ حجابات درمیان سے اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ ایک مقام پر پہنچتا ہے تو اسے قرار آ جاتا ہے۔ گویا وہ عالم تحیر میں پڑ

گیا۔‘‘

یہ فرما کر روتے ہوئے انہوں نے حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شنیدہ رباعی پڑھی۔

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار آید
چوں دیدہ باید آنکہ درکار آید
در دام بلا نہ فرغ بسیار آمد
پروانہ بطمع نور در نار آید

(ترجمہ): عاشقی کی بنیاد مشاہدہ پر ہے۔ ان نظروں کی صورت ہے جو یہ کام سرانجام دے سکیں۔ مصیبت کے جال میں پرندے بکثرت نہیں پھنستے بلکہ پروانہ آگ میں نور کی چاہ ہی میں آتا ہے۔

اور پھر قدرے توقف کے بعد فرمایا۔

ہجر کی تڑپ سلطانی احساس ہے۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور مبارک سے مبارک جذبہ ہے۔ فرقت عشق کو ایک نئی زندگی دیتی ہے۔ درد فرقت محبت کی نشانی ہے۔ یہ محبت کو ظاہر بھی کرتی ہے اور اس کو پختہ بھی۔ جس کے کلیجے میں جدائی کا درد نہیں وہ وصال کے لئے کیا کوشش کرے گا۔

برہا برہا آکھیئے برہا تو سلطان
فریدا جت تن برہا نہ اپجے سو تن جان مسان

(ترجمہ): جدائی (عشق عشق) کا دعویدار تو ہر کوئی بنتا ہے جب کہ عشق سب کا سردار ہے۔ اے فرید! جس تن میں معشوق حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی جدائی کو وصل میں بدلنے کے لئے عشق موجزن نہیں وہ تن غیر آباد مسان کی طرح ہے۔

اے درویش! عشق کی آگ ایسی ہے جو سوائے درویش کے دل کے اور کہیں قرار گزیں نہیں ہوتی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی صاحب درد غلبہ شوق سے ایک آواز اپنے سینے سے نکال دے کہ تمام جہان مشرق سے لے کر مغرب تک اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب جل کر خاکستر ہو جائے۔ عشق وہ جوہر گراں بہا ہے جس کی قیمت کوئی جوہری بھی لگانے سے قاصر ہے یہ وہ نعمت بہا ہے کہ جو کسی مقرب فرشتے کو بھی عطا نہیں کی گئی بلکہ انسان کو دی گئی۔

عام جسمانی بیماریوں میں بھوک اور نیند جاتی رہتی ہے۔ اب اگر سابقہ ہو آزاد عشق سے اور عشق بھی ہو حقیقی تو فاقہ خور دوا بن جاتا ہے اور نیند غائب ہو کر یاد محبوب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ کم خوابی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ مریض عشق بے تکلف عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کیا کرتے ہیں اور انہیں اونگھ تک نہیں آتی اور نہ ان کے پلک جھپکتے ہیں۔

اے درویش! جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اہل عشق کو پیدا کرنا چاہا تو زمین کا ایک قطعہ ایسا تھا کہ جس کی طرف رب ودود نے شوق، اشتیاق، انوار و تجلیات اور اسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا جس سے وہ قطعہ زمین ہلنے لگا اور ابتداء ہی سے عالم سکر میں محو ہو کر فریاد کرنے لگا۔

’’انا مشتاق الی لقاء رب العالمین‘‘

یعنی میں دونوں جہاں کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ پھر اس قطعہ زمین کی مٹی سے اہل عشق پیدا کئے۔ یہی وجہ ہے کہ فقراء میں ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہا تک ولولہ و جوش رہتا ہے اور وہ بحر محبت و عالم سکر میں غرق رہتے ہیں۔

’’در سینہ عاشقان ہمہ درد نہند‘‘

قضا و قدر والے عشاق کے سینوں کو درد سے بھر دیتے ہیں۔

غور سے سن لو کہ فقراء اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل دونوں میں اختلاف و تضاد ہے۔ راہ سلوک میں درویش کا عشق عالم کی عقل پر غالب ہے لیکن واقف کار وہی لوگ ہیں جن میں یہ دونوں چیزیں پائی جائیں۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ درویش کا خمیر خاک عشق و انوار تجلی سے اٹھایا گیا ہے اور یہ بھی جان لو کہ نزول رحمت کے تین وقت ہیں۔

☆ سماع کے وقت صاحب حال اصحاب پر۔
☆ فقراء کے ذکر و تذکرے کے وقت اور
☆ اہل عشق پر انوار تجلی کے وارد ہونے کے وقت۔

اسی اثناء میں قوال آ گئے اور ایک طرف ہٹ کر ادب سے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ قوال نے حاضر خدمت ہو کر نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔

من آں نیم کہ از عشق تو پائے پس آرام
اگر بہ تیغ کشندم در تو نگزارم
مپرس از شب ہجراں چگونہ می گزرد
مبادا ہیچکے را قوی است دشوارم
من از جمال تو اے سرو باغ تا دیدم
ہوس نہ شد کہ گہی دل رود بگلزارم
اگر دہندم بفردا بہشت باہمہ چیز
بجز نخرم من کہ مست دیدارم

☆ میں ایسا عاشق نہیں ہوں کہ تیرے عشق سے گریز پائی اختیار کروں۔ اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تیرے دروازے کو نہ چھوڑوں گا۔

☆ شب جدائی کا حال نہ پوچھ کہ کیسے گزرتی ہے۔ کسی شخص کو ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ دوچار نہ کرے۔

☆ اے باغ حسن و جمال کے سرو خراماں اس نے جب سے تیرے جمال کا دیدار کیا ہے مجھے گلزار میں جانے کی خواہش نہیں ہوئی۔

☆ قیامت کے دن اگر مجھے بہشت اور لوازمات بہشت کی پیشکش کی گئی تو میں اسے ہرگز نہ لوں گا کیونکہ میں تو آرزومند دیدار ہوں۔

جب قوال خاموش ہوئے تو فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستانہ وار ارشاد فرمایا۔

سریست مرا درون جان در عشقت
گر سر رود اے دوست نگویم باکس
سریست عاشقاں را در طاقت نہانی
پوشیدہ دار خود را تا آنجا خجل نمانی

(ترجمہ): تیرے عشق میں میری روح کے اندر راز ہے۔ سر بھی چلا جائے تو بھی اسے افشاں نہ کروں گا۔

ایک خفیہ طاقت سے عاشقوں کے لئے راز ہوتے ہیں۔ اے صاحب اسرار اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ تا کہ حضور یار میں شرمسار نہ رہے۔

بعد ازاں کہنے لگے کہ ایک صاحب حال بزرگ عالم شوق و محبت میں محو تھے۔ درد محبت سے اثر پذیر ہو کر سجدہ کرتے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور یہ شعر پڑھتے۔

جاں دہم از برائے جاناں من
گر بود صد ہزار جاں در تن

(ترجمہ): اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو میں محبوب کے لئے قربان کر دوں۔

اس طرح انہوں نے ہزار بار سجدے کئے اور نہایت تضرع سے یہ شعر پڑھتے رہے اور پھر سر سجدے میں رکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

اے درویش! عشق مجازی میں جب تک آدمی کسی کو نہیں دیکھ لیتا اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ لیکن عشق حقیقی میں معاملہ مختلف ہے۔ حقیقی عشاق کے دل میں جو ولولہ و زمزمہ عشق موجود ہے اسی دن سے ہے جب یہ اس کے والہ و شیدا ہو گئے۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اتنی خوبصورت نعمتیں تمہارے دل میں سکونت پذیر ہو گئیں ہیں۔ روح جو جملہ اعضائے انسان کی بادشاہ ہے تخلیق کے وقت ہی دل دے چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عشق ہے وہاں دل ہے ان باتوں کی قدر وہی جانتا ہے جس کے دل میں اسرار و انوار دوست مسکن پذیر اور عشق کے ڈیرے ہوں۔

اے درویش! جو شخص محبت و عشق کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس وقت تک در محبوب پر دستک دیتا رہتا ہے جب تک اس کے بدن میں جان باقی رہتی ہے کہ شاید کبھی کھل جائے اور وہ منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ اور یہ بھی جان لو کہ عاشق حقیقی کی فریاد و زاری اسی وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچا ہو۔ جب عاشق وصال محبوب حق کر لیتا ہے تو اس کا سارا شور و فغاں ختم ہو جاتا ہے۔

اے درویش! زندگی معرفت الٰہی کا نام ہے۔ راحت عاشق راہ سلوک

میں ہے۔ شوق دیدار کی تڑپ محبت سے ملتی ہے اور نشہ ذوق ذکر یار میں ہے۔ محبت حق میں سچا وہی ہے کہ جب اس کی نظر مشاہدہ حق سے منور ہو جائے تو آنکھ کو ماسوائے اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس طرح بند کر لے کہ قیامت تک کسی چیز کو نہ دیکھے۔ اور روز حشر تجلی حق کی دید کے لئے ہی کھولے مگر جب محبوب کہے کہ اب آنکھیں کھول دو اور یہ بھی سمجھ لو کہ کامل عاشق حق وہ ہے کہ ابتدائے مشاہدہ محبوب میں کیف و جذب و مستی میں بے خود ہو جائے اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ جمال یار میں محو ہو جاتا ہے تو لازماً بے خود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا طالب کو ہر حالت میں مطلوب کے عشق و محبت اور اس کی یاد میں رہنا چاہیئے۔ ہر گھڑی اور ہر لحظہ اور ہر حالت میں اس کے عشق میں رہے اس بات کو پلے باندھ لو کہ عاشق کے لئے معشوق کا ہر حکم واجب التعمیل ہے خواہ اسے اپنی گلی میں داخلے ہی سے روک دے۔ یہ کمال اطاعت کمال اشتیاق ہی کی وجہ سے ہے۔ ایک مرتبہ قیس عامری مجنوں جو کئی دنوں سے بھوکا تھا اس کے جال میں ایک ہرن آ گیا۔ مجنوں نے اس کا اکرام کیا اور چھوڑ دیا اور کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس ہرن کو ایذا دوں جب کہ اس کی آنکھیں لیلیٰ کی طرح ہیں۔"

اے درویش! عاشق کے سینہ کی آگ کے سامنے اگر ہزاروں دوزخ کی آگیں روشن کی جائیں تو اس کی آہ سینہ سے ساری کی ساری فنا ہو جائیں گی کیونکہ آتش عشق تمام آتشوں سے بالاتر و روشن تر ہے۔ سینہ درویش میں اتنی تند و تیز آتش محبت رکھ دی گئی ہے کہ اگر عالم سکر میں ایک شعلہ بھی ظاہر کر دے تو عرش سے تحت الثریٰ تک جلا کر راکھ بنا دے اور جب درویش عشق کے دریا میں غوطہ لگاتا ہے تو عرش سے اوپر جا کر سر نکالتا ہے اے عزیز! عاشقوں کے دل ہر

وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے رہتے ہیں اگر ایک لحہ کے لئے درویش عاشق اس نعمت سے خالی ہو جائے تو فنا ہو جائے کیونکہ انوار تجلی اور اسرار الٰہی ہمیشہ ان کے دلوں پر جلوہ ریز ہوتے ہیں اور یہ لوگ ان احوال میں مستغرق ہوتے ہیں یہی راہ فقر میں عاشق و صادق ہیں کہ عالم اسرار میں جزاوسزا جو بھی نازل ہو اس پہ صابر و راضی رہتے ہیں اور انوار و اسرار کے لئے وسیع حوصلہ چاہئے۔ اسرار و انوار جو عاشق پر متجلی ہوتے ہیں اگر ان کے نور کا ذرہ بھر باہر نظر آ جائے تو تمام جہان منور ہو جائے۔ اس راہ میں صدق کی ضرورت ہے تاکہ محبوب کے تمام اسرار سے واقفیت ہو جائے۔ راہ محبوب میں ایسے مرد بھی ہیں کہ ایک ساعت دوسرے کے اسرار کے لاکھوں دریا پی جاتے ہیں اور ان پر ذرہ بھر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ ان کا مقصود اس دن حاصل ہوتا ہے جب ندا آتی ہے۔

”وصل الحبیب الی الحبیب“

یعنی دوست دوست کے پاس جا پہنچا۔

اے درویش! یاد رکھ جو عاشق اپنی محبت میں صادق اور ثابت قدم نہیں ہے قیامت کے دن وہ عشاق کے درمیان سرشار رہے گا۔

یہ فرمانے کے بعد ماحول پر سکوت طاری ہو گیا۔ سب خاموش تھے چہار اکناف عجب کیف طاری تھا۔ حضرت فرید الدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زبان درفشاں کو پھر کھولا اور بڑے جوش و جذبہ سے فرمایا۔

”اے درویش! ملک عشق کی فرمانروا محبت الٰہی ہے اس ملک میں فرشتوں نے ایک تخت بچھایا ہوا ہے جس پر وہ محبت الٰہی جلوہ گزیں ہے اس حال میں کہ اس کے ایک ہاتھ میں تیغ فراق ہے اور دوسرے ہاتھ میں نرگس وصال ابد کی ایک شاخ ہے ایک ہی سانس میں ہزارہا عشاق کے سر نذر تیغ ناز ہوتے

ہیں۔ پس جو شخص عاشق الٰہی ہے اگر ہزار بار اس کا سر تن سے جدا کیا جائے پھر دوبارہ اس کے سروتن کا رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔ ہزار بار اسے شہید ناز بنایا جائے تو وہ افسوس نہیں کرتا بلکہ اسے راحت نصیب ہوتی ہے پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دُعا پڑھی۔

در یار تو ہر روز چناں مدہوشم
صد تیغ اگر زنند زاں تحروشم
آہے کہ زیاد تو زنم وقت سحر
گر ہر دو جہاں دہنداں نفروشم

(ترجمہ): تیری یاد میں ہر روز اتنا بے خود رہتا ہوں کہ اگر سینکڑوں تلواروں سے مجھے زخمی کریں آواز نہ نکالوں گا۔ صبح کے وقت تیری یاد میں جو آہ بھرتا ہوں دونوں جہان کے عوض نہ دوں گا۔

اے عزیز! رب کی محبت ایسی بادشاہی ہے کہ جسے یہ نصیب ہو جائے تو وہ اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ اس کے علاوہ بھی اس کے پاس کچھ رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس شخص نے لذات و خواہشات دنیا سے اپنے دل کو مردہ بنا لیا۔ قضا و قدر کے کارکن اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی سرزمین میں دفنا دیتے ہیں۔ محبت حق کے متوالے مشاہدہ ذات کے سوا کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتے۔ حضوری حق کی نعمت دنیا سے کنارہ گیر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ خلوت نشینی عزلت گزینی ہی سے یہ سعادت میسر ہوتی ہے حتیٰ کہ اسی خیال میں دوستوں کو دشمن اور بیوی بچوں کو یتیم و بیسر تصور کرنے لگ جائے پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ چشم بہ نم یہ رباعی پڑھی۔

گر عاشق دوستی یہ تنہاش طلب
در خلوت عشق آئے و پیدائش طلب
گر میخواہی حضور نعمت ہر روز
آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

(ترجمہ): اگر تو محبوب پر فریفتہ ہے تو اسے اکیلے تلاش کر۔ عشق کی خلوتوں میں آجا اور ظاہراً جستجو کر۔ اگر محبوب کی زیارت سے ہر روز بہرہ ور ہونا چاہیئے اسے وہاں تلاش کر جہاں کوئی اور نہ ہو۔

اے درویش! عشاق الٰہی کا دل ایسا چراغ ہے جسے قندیل انوار میں آویزاں کیا گیا ہے اور اس کی روشنی سے سارا عالم ملکوت جگمگاتا ہے۔ پس ان اندھیروں سے کیا خوف اپنی ذات کو بھول جانا یادِ حق کی دلیل ہے۔ جسے یادِ حق کی نعمت میسر ہوگئی اس کا دل کبھی نہیں مرتا میں نے کتاب عشق میں لکھا پایا۔

"بھوک ایسا بادل ہے جس سے رحمت کی بارش برستی ہے۔"

اور پھر ماحول پر گہری خاموشی چھا گئی یہاں تک کہ نماز عصر کی اذان فضا میں ابھری اور پھر محفل برخاست ہوگئی۔

اسلامی تاریخ میں بلاشبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لازوال مقام حاصل ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عاشقان مصطفیٰ کریم ﷺ میں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں یہ واقعہ تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے تھے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور اکرم ﷺ کے ارشاد عالیشان کی تکمیل میں آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور مسلمانوں کے حق میں دعا کرنے کے لئے کہا تو دوران گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔

"جب جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کی خبر ملی تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ شائد حضور اکرم ﷺ کا کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو تو میں نے دوسرا دانت بھی توڑ ڈالا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے میں نے اپنے سارے دانت توڑے تو مجھے سکون حاصل ہوا۔"

یہ بات سن کر دونوں عظیم المرتبہ صحابہ پر رقت طاری ہوگئی۔

تذکرۃ الاولیاء میں درج ہے کہ اس موقع پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کہا کہ اگر آپ احباب نبی میں سے ہیں تو بتایئے کہ جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتباع نبوی میں اپنے دانت کیوں نہ توڑ ڈالے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا" اس کے بعد جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ ہم پہلے درج کر آئے ہیں۔

یہ روایت کچھ عیب سی لگتی ہے جیسا کہ تقریباً تمام تذکرہ نگار اس روایت پر متفق ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خلوت پسند یعنی درویش منش شخص تھے اور لوگوں سے میل ملاپ اچھا خیال نہیں فرماتے تھے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بات کہہ دیتے کہ جس میں خودنمائی کا عنصر نکلتا ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ "اگر آپ احباب نبی ہیں" فقیر کو کسی قدر

درست معلوم نہیں ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیات کو اس طرح امتحان میں نہیں ڈالا جاسکتا کہ "اگر آپ احباب نبی ہیں۔" یعنی کیا احباب ہونے کے لئے دانت ہی توڑنا لازمی تھے اور کیا دانت توڑنا اتباع نبوی کہا جاسکتا ہے نہیں نہیں ایسا بالکل بھی نہیں۔ حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دندانِ اقدس تو جنگ میں شہید ہوئے تھے اور اس کا یہ مطلب ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے دست خود شہید نہیں فرماتے تھے تو پھر یہ کیونکر اتباع نبوی کہلا سکتا ہے اور پھر یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ہمارے بزرگوں میں طعنہ زنی کا رواج نہیں تھا اور نہ ہے یقیناً اتباع اور چیز ہے اور عشق اور چیز۔

جناب نواز رومانی صاحب اپنی کتاب عشقِ رسول کریم ﷺ کے صفحہ نمبر ۸۵ پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عشق کے بارے میں نظریہ بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ وجہ تخلیق کائنات محبت ہو اللہ تبارک و تعالیٰ خود ودود ہو اور رب ودود کے محبوب ﷺ کی محبت ہی باعث ایمان و فلاح و حب الٰہی ہو۔ معرفت الٰہیہ کی بنیاد بھی محبت ہو جب کہ منکر محبوب ﷺ کی رانندہ بارگاہ ایزدی ہو' شیطان ہو' کافر ہو' لعنتی ہو' دشمن دین و مومنین ہو تو پھر مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان اور ولی اللہ اس وقت تک ولی اللہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے رگ و ریشہ میں محبت محبوب صمدانی ﷺ خون کی طرح نہ دوڑ رہی ہو۔ اس کے علاوہ بارگاہ رب العزت میں نہ رسائی ہے نہ شنوائی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صادق المحبت رسول عربی ﷺ تھے۔ فنا فی الرسول ﷺ تھے۔ فنا فی اللہ ایسے تھے کہ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جبیں مبارک پر بخط

قدرت یہ الفاظ رقم تھے۔

"ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ"

(ترجمہ): یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا حبیب تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں انتقال کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر و بیشتر اپنے مریدین کی تربیت و درس محبت و عشق اور نومسلموں کے تعلیمات اسلام سے آراستہ مسجد اولیاء یا جماعت خانہ میں کیا کرتے تھے جہاں لوگوں کا اژدھام ہوتا تھا۔ فہم و ادراک محبت و عشق کے لئے اذن عام تھا کہ اگر کسی کو بات سمجھ میں نہ آئے تو بلا جھجک پوچھ لیا کرے۔ ایسا شاذ ہوتا تھا کہ لوگوں نے کسی بات کی وضاحت چاہی ہو۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسلوب و انداز بیان لوگوں کے فہم و دانش کی سطح کے مطابق ہوتا تھا۔

محبت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

پہلے خوف آتا ہے پھر محبت' خوف کے آنے سے بندوں سے گناہ ترک کرتے ہیں اور آتش دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ رجا کے ضمن میں بندہ طاعت کرنے لگتا ہے اور جنت و مرتبہ حیات ابدی حاصل کرتا ہے اور محبت کے ضمن میں اجتہاد و تفکر کی صفت پیدا ہوتی ہے جس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے محبت وفا کا دعویٰ وصال اور حرمت باطل کے ساتھ ہے۔ محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو شخص عشق کی راہ میں پڑتا ہے اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔

راہ محبت کے مسافر کو پہنچاننے کی علامتیں یہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ عزوجل کا ہمیشہ ذکر کرتے رہنا اور اس پر دل و جان سے خوش ہونا۔
☆ ذکر حق کو بدرجہ اتم کرنا اور اسے امر عظیم و بزرگ تر سمجھنا۔
☆ وہ اشغال اختیار کرنا جو دنیاوی محبت کے قاطع ہوں۔

☆ اپنے اوپر غیر حق پر گریہ کرتے رہنا۔

☆ دوست کا مطیع رہنا اور ہمیشہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں راندہ درگاہ نہ ہو جائے۔

صاحبو! سن لو کہ جس کو محبت و فقر عطا کئے جاتے ہیں اسے وحشت نہیں دی جاتی کہ وہ اس پر فریفتہ ہو جائے۔

صادق المحبت کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

جو شخص محبت کرے اور محبت کا دعویٰ کرے وہ دوست کی مصیبت کو خواہش سے چاہتا ہے کیونکہ اہل معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔ لہٰذا وہ اسے طلوع و رغبت کے ساتھ قبول کرے۔ ورنہ صادق المحبت ثابت نہیں ہوتا۔

اہل محبت کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

اہل محبت کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی نماز شبانہ کے متعلق دریافت کرے تو ازراہ کسر نفسی یہ کہہ دے۔

"اتنی فرصت ہی کہاں۔ میں تو ملک الموت کے گرد گھومتا ہوں۔ جہاں کہیں اسے دشواری پیش آئے میں خود ہی اس کا بڑھ کر ہاتھ تھام لوں۔"

اہل محبت اگرچہ محبت میں مجبور ہیں لیکن کام ایسے لوگوں کا سا کرتے ہیں جو سوئے ہوئے ہوں یا جاگیں تو مطلوب کے طالب ہیں اور اپنے دوست کی طلب گاری سے فارغ ہیں۔ مشاہدہ معشوق میں مشغول ہیں۔ معشوق ایسا ہے جو خود عاشق کو دیکھنے کے لئے بیٹھتا ہے محبت کی راہ میں مطیع کام سے نکلتے ہیں۔

صاحبو! اہل محبت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ دوست سے مل نہ جائے کیونکہ عاشق اس وقت تک واویلا کرتا ہے جب تک دولت مشاہدہ حاصل نہ ہو لیکن جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو گفتگو

درمیان سے اٹھ جاتی ہے صرف حق تعالیٰ کا براہ راست کلام سنتے ہیں۔ بس ایسا ہو جائے کہ یاد دوست رہے یا خود اور فاضل ترین وقت وہ ہے کہ دل کے وساوس بند ہو جائیں یہ کمالیت کی نشانی ہے پھر اہل محبت کے گرد اور حق کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔

اے عزیزو! اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء اس کے سمجھنے کی خواہش کرتے ہیں لیکن ذرہ بھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اسے صرف اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب اہل محبت مرتا ہے تو جلد بخش دیا جاتا ہے۔

عارف کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

راہ محبت کے عارف کی علامت یہ ہے کہ دونوں جہانوں سے دل اٹھا لیا ہو اسے کوئی شے عجیب نہ معلوم ہو کیونکہ تسلیم و دعویٰ یکجا نہیں ہو سکتے۔ درحقیقت عارف اسے کہتے ہیں جو تمام عالم کو جانے اور عقل سے لاکھوں معنی بیان کرے اور محبت کی تمام مشکل باتوں کا جواب دے۔

عارف ہر وقت ولولہ عشق میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کے عاشقوں میں متحیر رہتا ہے اور سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ متحیر ہے۔ اگر کھڑا ہے تو دوست کے خیال میں کھڑا ہے بیٹھا ہے تو دوست کے ذکر میں ہے۔ سو رہا ہے تو اسی خیال میں متحیر ہے اور بیدار ہے تو حجاب عظمت دوست کے گرد طواف کر رہا ہے۔ عارفوں پر ایک ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے کہ ایک قدم میں عرش سے حجاب عظمت تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسرے قدم میں واپس آ جاتے ہیں اور یہ کم ترین درجہ ہے۔

دوستو! محبت میں عارف کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ صفات حق اس کے اندر پیدا ہو جائیں اور محبت میں عارف کا درجہ کمال یہ ہے کہ اگر اس کے مقابلہ

پر کوئی دعویٰ کر کے آئے تو وہ اپنی قوت کرامت سے اسے گرفتار کر لے لاریب عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص ہے اور ان کا ایثار عاشقی بے نیازی ہے اور محبوں کا ایثار آرزو ہے لیکن اس کے باوجود عارف ہر وقت وسوسہ عشق میں مبتلا رہتا ہے۔

عشق کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

عشق و محبت میں گفتگو، حرکت و مشغلہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں۔ جب اندر پہنچتے ہیں خاموشی، سکون اور آرام میسر آتا ہے۔ فریاد و شور ہرگز نہیں ہوتا۔ تم نے دیکھا ہے کہ دریاؤں کا بہتا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر سے مل جاتا ہے آواز نہیں رہتی۔ اسی طرح جب عاشق معشوق سے واصل ہو جاتا ہے تو شور و غوغا نہیں کرتا اور پھر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشعار پڑھے۔

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
تہی کرد مرا از من و پر کرد ز دوست
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت
نامے است زمن و باقی ہمہ اوست

(ترجمہ): عشق آیا اور میرے رگ و ریشہ میں خون کی طرح داخل ہو گیا۔ عشق نے مجھے اپنے آپ سے خالی کر دیا اور میرے اندر دوست بھر دیا۔ میرے وجود کے سب اجزاء دوست نے لے لئے اور میرا نام ہی رہ گیا باقی سب وہی ہے۔

اہل عشق کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

اہل عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلنے تک قرار پکڑتے ہیں۔ ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں قبول ہوں۔

عاشق کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

عاشق ہر وقت محو عشق رہتا ہے اگر کھڑا ہے تو ذکر دوست میں ہے اگر طواف کر رہا ہے تو اس کی ہیبت و عظمت میں ہے اور نماز صبح پڑھنے کے بعد دوسری صبح تک محو خیال دوست رہے۔

دوستو! عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو کوئی اس میں گر پڑے جلا دے اور نابود کر دے کیونکہ کوئی آگ محبت کی آگ سے تیز و تند نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اسرار دوست ایک حسن رکھتے ہیں اور وہ حسن و جمال ایک غمگین عاشق کے دل میں قرار گیر ہو سکتا ہے اور کہیں نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عشاق دل سے حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں۔ اگر اس کے سوا اور چیز کو دیکھ لیتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں اور لقا چاہتے ہیں جب کہ حجاج کرام جسم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں پھر بھی انہیں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔

صاحبو! جس دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے اس کی جان کو قرار حاصل ہوتا ہے پس اس کو چاہیے کہ دونوں جہان کو بیگانہ دیکھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو عاشق صادق نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کی دوستی نے خاموش کر رکھا ہے انہیں عالم موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

اسی اثنا میں ایک شخص نے دریافت کیا۔

"یا خواجہ! تجرید کیا ہے۔"

ارشاد فرمایا۔

"تجرید یہ ہے کہ صفات محبوب محبّ کے دل اور صفات میں جاگزیں ہو جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کے لئے کان

اور آنکھ بن جاتا ہوں۔"

دوستو! معشوق خود عاشق کی طلب گاری کو دیکھتا ہے محبت کی راہ مطیعیان کا کام ہے سچ تو یہ ہے کہ جب میں اپنے چمڑے یعنی وجود سے باہر آیا تو دیکھا عاشق، معشوق اور عشق تینوں ایک ہی ہیں۔ یعنی عالم توحید میں وحدت ہی وحدت ہے۔

روز قیامت خاص قسم کے عاشقوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ وہ کہیں گے۔

"ہم بہشت کو کیا کریں۔ بہشت اسے دے جس نے
بہشت کے لالچ میں تیری پرستش کی۔"

اور پھر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

حساب عمر صد عاقل بہ محشر بگزرد یکدم
حساب یک دم عاشق بصد محشر نمی گنجد

(ترجمہ): روز محشر سو عقل مندوں کا حساب ایک لمحے میں ہو جائے گا لیکن عاشق کے ایک لمحے کا حساب سو بار حشر برپا ہو پھر بھی نہ ہو سکے گا۔

صاحبو! محبت و عشق میں صادق وہ ہے جو والدین اولاد اور برادران وغیرہ ان سب سے رب کریم اور اس کے محبوب ﷺ کے لئے قطع تعلق کرے اور سب سے بیزار ہو اور پھر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

من درے بودم نہاں در قعر بحر لم یزل
عشق غواصانہ ام آورد بیروں زاں محل

اور اس کی تشریح فرماتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا۔

"در سے مراد روح ہے۔ بحر لم یزل سے مراد دریائے تجلی صفات ہے۔

عشق کا وہاں سے لانا حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے یعنی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف مخلقت الخلق لاعرف مراد یہ ہے کہ میری روح بلکہ سب روحیں تجلی صفات کی دریا میں مخفی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جو محبت ظہور پذیر ہوئیں تو وہ جب ہم کو وہاں سے نکال لائی۔

یہ ناچیز یقیناً کم علم اور کم عقل ہے مگر اس فقیر کے ناقص خیال کے مطابق گزشتہ اوراق میں درج شدہ روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں یہ بات گستاخی قرار دی جا سکتی ہے کہ اگر آپ احباب نبی ہیں؟" یقیناً یہ دونوں برگزیدہ شخصیات تا قیامت تمام مسلمانوں سے اعلیٰ و ارفع مقامات کی حامل شخصیات ہیں۔ انہیں ہرگز کسی بھی پیمانہ پر نہیں پرکھا جا سکتا یہ شخصیات تو خود تاریخ میں خود سند ہیں۔ ان کی عظمت و شان کا انکار کسی بھی طور ممکن نہیں ہے یقیناً ان کے رفیع الشان مراتب سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واقف تھے اور واللہ وہ ہم لوگوں سے اور ان روایات بیان کرنے والوں سے کروڑ گنا زیادہ واقف تھے۔

حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ بر سر منبر کھڑے تھے۔ چہرے سے نور ہویدا تھا۔ بے شمار لوگ خاموش بلب مودب بیٹھے تھے کہ کب آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زبان حق بیان کو جنبش دیتے ہیں تاکہ تشنگان بادۂ معرفت الٰہیہ اور عشق رسول اللہ ﷺ سے اپنی پیاسی روحوں کو سیراب کر سکیں۔ اشتیاق دم بہ دم فراواں ہوتا جا رہا تھا لیکن کسی میں تاب گفتار نہیں تھی کہ عرض کر سکے۔

"اے شیخ! اپنے ارشادات عالیہ سے ہم بے حقیقتوں کو نوازیں۔ معرفت الٰہیہ کے خزانوں کا در وا کریں۔ عشق و محبت کے لازوال و سدا بہار شگفتہ پھولوں سے ہمارے مشام جان کو معطر کریں۔ رشد و ہدایت کے نجوم و ماہتاب سے

ہمارے تاریک سینوں کو روشنی بخشیں اور پند و نصائح سے ہمارے اذہان میں انقلاب عظیم برپا کریں۔

اور پھر آپ کی ایکی فضا میں اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کے آب و خنک و شیریں سے تر زبان سے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آبدار گہر ریزے بکھرنے لگے۔

اے شمع محبت کے پروانو! زہد شریعت کی معیت میں ہوتا ہے اور جب علم کی معیت میں۔ یہ اس کا شریک ہے اور اس کا وزیر ہے۔ جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو یہ اس قلبی لگاؤ کا نام ہے جو محبوب کے لئے پیدا ہو۔ اور دنیا محبت کرنے والوں کی نظر میں انگوٹھی کے حلقہ یا غم و الم کی طرح محسوس ہونے لگے۔ محبت دل کی تشویش و فکر کا نام ہے جو کہ محبوب کے فراق سے حاصل ہوتی ہے اس حالت میں عاشق کو دنیا ماتم کدہ نظر آتی ہے۔

اے صاحبزادہ! محبت وہ شراب ہے جس کا نشہ کبھی نہیں اتر سکتا۔ ہر وقت مدہوشی کا عالم طاری رہتا ہے۔ محبت محبوب سے خواہ ظاہر ہو یا خواہ باطن میں ہر حال میں خلوص قائم رہے جس میں خلوص نیتی کا دخل رہے۔ محبت بجز محبوب کے سب سے آنکھیں بند کر لینے اور قطع تعلق کا نام ہے۔ عاشق محبت کے نشے میں ایسے مست ہوتے ہیں کہ انہیں بجز مشاہدہ محبوب کے کبھی ہوش نہیں آتا۔ وہ ایسے مریض ہیں کہ بغیر دیدار محبوب شفایاب نہیں ہوتے۔ وہ محبوب کے تذکرہ کے بغیر لذت حاصل نہیں کرتے۔ محبوب کے سوا انہیں کسی سے انسیت نہیں ہوتی۔ انہیں اغیار سے وحشت ہوتی ہے۔ وہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دیتے ہیں اور یہ بھی سن لو کہ محبت ویران کر دیا کرتی ہے۔ پردہ اور سرکی دیواروں کو حیا کی دیواروں کو وجود کی دیواروں کو اور مخلوق پر نظر کرنے کی دیواروں کو گرا دیتی ہے کیونکہ محبت

کاملہ ہوئے پیچھے نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ غیر کی اور تیری محبت اس وقت تک کامل نہ ہوگی جب تک کہ تیرے حق میں ساری اطراف مسدود ہو کر صرف ایک جہت باقی نہ رہ جائے۔ تیرا محبوب عرش سے لے کر فرش تک جملہ مخلوقات کو تیرے قلب سے نکال باہر کرے گا۔ پس تو نہ تو دنیا کو محبوب سمجھے گا نہ آخرت کو۔ اپنے آپ سے وحشت کھائے گا اور اس کی ذات سے انس پائے گا۔ پس محبت ایک ایسی آرزو اور ایک ایسی خواہش ہے جو ہر مصیبت کو آسان بنا دیتی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ جس نے محبت کا حق کما حقہٗ پورا نہ کیا اس نے ایک فرض پورا کرنے میں کوتاہی کی۔

صاحبو! شرط محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ نہ تیرے لئے ارادہ باقی ہے اور نہ اس کو چھوڑ کر دنیا یا آخرت یا کسی مخلوق سے مشغولیت ہو۔ یہ تم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جانا چاہئے کہ محبّ اپنے قبضہ میں کچھ نہیں رکھتا۔ سب کچھ اپنے محبوب کے حوالے کر دیا کرتا ہے۔ محبت اور اپنا قبضہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کا محبّ جس کو اس کی سچی محبت ہوتی ہے وہ اپنا مال اپنا نفس اور اپنا انجام سب اسی کے سپرد کرتا اور اپنے نفس اور دوسروں کے متعلق اس کو مختار کل بنا دیتا ہے۔ لاریب جو شخص محبت میں سچا ہوتا ہے وہ بجز محبوب کے کسی دوسرے کے پاس کھڑا بھی نہیں ہوتا۔

اے عاشقو! محبّ کی حالت قبض کی ہوتی ہے اور محبوب کی حالت بسط کی۔ ناکامی محبّ کا حصہ ہے اور عطا محبوب کا حصہ۔ بندہ جب تک محبّ اور طالب رہتا ہے تو سرگشتگی و پراگندی و شکستگی اور کسب معاش کے اندر رہتا ہے اور جب نمبر پلٹتا ہے کہ محبوب اور مطلوب بن جاتا ہے تو اس کے حق میں معاملہ بھی پلٹ جاتا ہے اور یہ بھی جان لو کہ محبّ جو محبوب بنتا ہے تو اس وقت بنتا ہے جب کہ اس کا

قلب اپنے مولا کریم کے ماسواء سے پاک ہو جائے۔ پس ناز و خوشحالی و فراخی رزق اور مخلوق کا مسخر ہونا اس کو نصیب ہوتا ہے اور یہ سب محبّ ہونے کی حالت پر صبر و استقامت کی برکت ہے کہ نہ عاشقانہ مشقتوں پر صبر کرنا اور نہ معشوقانہ ناز کرنا نصیب ہوتا۔

اے مخاطب! محبوب کے دیکھنے کے اشتیاق میں اپنی جان کو بیچ ڈال۔ مطلوب کے پانے کے عشق اور محبوب کے دیکھنے کے شوق کے لئے ایسے پختہ ارادے سے منازل کے قطع کرنے میں جلدی کر۔ حرمت کے حرم میں داخل ہو۔ عبودیت کے مقام پر کھڑا ہو۔ عشق و سوزش کی بزرگی کا قصد کر۔ پھر جلا تو ارواح کے برابر کھڑا ہوگا۔

ایک دن مجھے الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! تم ہمارے ساتھ عاشقی چاہتے ہو تو معشوق بننا چاہتے ہو۔ میں نے اس کا ذکر اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا انہوں نے فرمایا۔

"بیٹا! تم معشوقی قبول کر لو اور عاشقی ہرگز قبول نہ کرنا۔ عاشقی کا کوچہ بہت دشوار گزر ہے۔"

اے صاحب زادہ! محبت رسول کریم ﷺ کی شرط ہے فقر و افلاس اور حق تعالیٰ کی محبت کی شرط ہے بلا و تکلیف اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کا راستہ سرور کونین ﷺ ہی کی اتباع اور آپ ﷺ کے قول و فعل میں ہے۔ رب کریم سے اس کی محبت کے علاوہ تمام اولیاء و اصفیاء اور صالحین کی محبت بھی طلب کرتے رہو تاکہ تم ان کی محبت میں موافقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے موافق بن جاؤ۔ علاوہ ازیں رب العالمین سے رضا و غنا طلب کرتے رہو۔ یہی راحت عظیم ہے یہی مومن بندے کے لئے اللہ تعالیٰ ذوالجلال کی محبت کا بہت بڑا دروازہ ہے۔

لہٰذا جس کو اللہ کریم اپنا محبوب بنا لیتا ہے اس کو دنیا و آخرت میں کسی طرح کا عذاب نہیں دیتا اور یہی چیز اللہ تعالیٰ سے ملحق و واصل کر دیتی ہے لیکن یہ بھی بغور سن لو کہ رب ودود کی محبت کی شرط یہ بھی ہے کہ اس کی موافقت ہو۔ اپنے نفس کے بارے میں اور دوسروں کے بارے میں۔ اس کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ ماسوئی اللہ تعالیٰ سے سکون نہ پائے اور اللہ تعالیٰ ہی سے انس رکھے اور اس کے ساتھ وحشت میں نہ پڑے جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت بندے کے قلب میں ٹھہر جاتی ہے تو وہ اس سے مانوس ہوتا اور ہر اس چیز کو دشمن سمجھنے لگتا ہے جو اس کو مولا کریم کی طرف سے غافل بنا دے۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا و آزمائش کرتا ہے اور جب آزمائش میں ڈالتا ہے تو اسے صبر بھی عطا فرماتا ہے تم جتنا بھی اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے اور اس کی ممنوعات سے باز رہو گے اتنی ہی تمہارے ساتھ محبت بڑھے گی اور جس قدر بھی اس کی بلاؤں پر صبر کرو گے اسی قدر اس کے ساتھ تمہارا قرب زیادہ ہوگا۔

ایک بزرگ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہی نہیں کہ اپنے محبوب کو تکلیف پہنچائے ہاں البتہ اس کو بلاؤں سے آزماتا ہے اور صابر بنا دیتا ہے کہ صبر کی بدولت مصیبت کی تکلیف بھی محسوس نہ ہو اور صابر قرار پا کر قرب میں ترقی کرے۔

اے فرزند! اللہ تعالیٰ واحد ہے اور محبت میں بھی واحدنیت و یکتائی کو محبوب رکھتا ہے لیکن جب تم کسی غیر کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرنا چاہو گے تو تمہاری محبت میں یقیناً نقص پیدا ہو جائے گا۔ محبت دو حصوں میں منقسم ہو جائے گی اور اکثر تمہارے قلب میں اس کی محبت قائم ہو جاتی ہے جو تمہارے لئے

ظاہری وسیلہ بنتا ہے اور جس کے ہاتھ سے تم تک نعمت کی رسائی ہوتی ہے جس کی بناء پر تمہارے قلب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ رب کریم غیور ہے لہٰذا کسی غیر کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اس لئے غیروں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان کو تمہاری تعریف کرنے سے اور اس کے قدموں کو تمہاری جانب اٹھنے سے باز رکھتا ہے تاکہ اس کے شغف میں اللہ تعالیٰ سے غفلت اختیار نہ کرو۔ اس کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے صرف اسی سے محبت کرتے رہو۔ اور اس کے سوا کسی کے شہر پر نظر نہ ڈالو۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ وہ محبت صادق ہے جس میں تغیر نہ آئے اور وہ محبت الٰہی ہے جس کو تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔

اے اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار! یہ اصل اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور جو شخص رب کریم سے محبت کرتا ہے وہ دوسروں سے محبت نہیں رکھتا۔ اس کی محبت تیرے قلب سے جملہ ماسواء کی محبت زائل کر دے گی جب حق تعالیٰ کی محبت بندہ کے قلب میں جمع جاتی ہے تو غیر کی محبت اس کے قلب سے نکل جاتی ہے کہ اسی کی محبت اس کے عضو عضو میں سرایت کر جاتی ہے اور اس کا ظاہر و باطن عادت سے خارج کر کے آبادی سے باہر نکال لاتی ہے پھر جب مخلوق سے توحش کا اثر تام ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو محبوب بنا لیتا ہے لہٰذا اے صاحبزادہ! تو دنیا و آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے اوپر لازم کر لو اور اسی کی محبت کو اپنے نزدیک ہر چیز سے زیادہ اہتمام کے قابل بنا لے کہ اس کے بغیر تجھ کو چارہ نہیں۔

اے کذاب! تو نعمت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھتا ہے لیکن جب بلا آتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تیرا محبوب تھا ہی

نہیں۔ بندہ تو آزمائش کے وقت ہی ظاہر ہوتا ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلائیں آئیں اور تو جما رہے تو بے شک تو محب ہے اور اگر تیری حالت میں تغیر آ جائے تو جھوٹ کھل گیا اور پہلا دعویٰ محبت کا ٹوٹ گیا۔

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ بلا و مصیبت ولایت پر تعینات کر دی گئی ہے تاکہ ہر کوئی دعویٰ ولایت نہ کر سکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کا مدعی بن بیٹھتا۔ پس بلا اور فقر پر جمے رہنے کو رب کریم اور رسول اکرم ﷺ کی محبت کے لئے علامت بنا دیا گیا۔ پس جو بندے محب ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں لہٰذا وہ صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کو بلا کے ساتھ ساتھ الہام کیا جاتا ہے۔

اے غافلو! اپنی غفلتوں سے بیدار ہو۔ تیرا قلب اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم چلتا ہے تو اس کی محبت تیری طرف کئی قدم چلتی ہے وہ اپنے عشاق سے ملنے کا عشاق سے زیادہ عشاق ہے کہ عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے انگنت۔ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے لئے اس کے سامان جمع فرما دیتا ہے یاد رکھو اللہ جل جلالہ کا محب اللہ کریم کا مہمان ہے اور مہمان کھانے پینے یا کسی حالت کی بھی صاحب مکان سے فرمائش نہیں کیا کرتا بلکہ جو کچھ بھی میزبان سامنے رکھ دے اس پر ہمیشہ موافقت رکھنے والا صابر اور راضی رہتا ہے اور یہ بھی ہے کہ مولا کریم اپنے محبین کو دنیا کے ساتھ ایک لحظہ بھی نہیں چھوڑتا۔ وہ اس کی طرف سے ان پر مطمئن نہیں ہے نہ ان کو ان کے ساتھ چھوڑتا ہے اور نہ اپنے کی غیر کے ساتھ۔ بلکہ وہ ان کے ساتھ ہے اور یہ اس کے ساتھ ہیں۔ ان کے دل ہمیشہ اسی کی یاد میں مصروف' اسی کے سامنے حاضر دوسروں سے روگرداں اور اسی پر متوجہ رہتے ہیں۔ پس وہی ان کا ساتھی ہے' وہی ان کا نگہبان اور وہی ان کا

انیس وغم خوار ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"حق تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کرتا ہے کہ اے جبرئیل! فلاں شخص کو سلاؤ اور فلاں شخص کو اٹھاؤ۔"

اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ فلاں محبّ کو اٹھادو کہ کمر بستہ ہو کر ریاضت میں لگے اور فلاں شخص یعنی محبّ کو سلا دو کہ آرام کرے۔ لاریب جب معیت صحیح ہو جاتی ہے تو تکلیف زائل ہو جاتی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ فلاں بد دین و ریاکار کو سلا دو کیونکہ مجھے اس کی آواز ناگوار گزرتی ہے اور فلاح مخلص تہجد گزار کو اٹھا دو کیونکہ مجھ کو اس کی آواز کا سننا پیارا معلوم ہوتا ہے۔

صاحبو! جو محبین ہیں ان کے لئے یوں ارشاد ہوگا۔

"تم نے مجھے یعنی اللہ تعالیٰ کو مقدم سمجھا میری ساری مخلوق پر۔ یعنی دنیا پر بھی اور آخرت پر بھی۔ تم نے اپنے قلوب سے مخلوق کو علیحدہ اور اپنے اندرون سے ان کو جدا رکھا ہے لہٰذا یہ میرا دیدار تمہارے لئے ہے۔ میرا قرب تمہارے لئے ہے اور تم ہی میرے حقیقی بندے ہو۔"

اے صاحبزادہ! غور سے سن لو کہ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کے قلب میں اپنا شوق اور وجد ڈال دیتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ محبت خود محبّ و محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے جب محبّ محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب میں داخل ہو جاتا ہے ایک دن میں نے رب العزت کو دیکھا، پس میں نے دریافت فرمایا۔

"اے رب! عشق کے کیا معنی ہیں۔"

فرمایا۔

"عشق حجاب ہے عاشق و معشوق کے درمیان"

(ترجمہ): جس نے عشق کی بادشاہی کا لباس پہن لیا اس کا ان بہترین لباسوں سے دل مسرور نہیں ہوتا۔

اے میرے مرید! سرشار عشق الٰہی ہو اور خوش رہ اور بے پرواہ ہو اور جو چاہے کر کیونکہ تیری نسبت میرے نام سے ہے جو بہت بلند ہے۔

اور پھر حضرت عبداللہ جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بقدر بلند آواز ارشاد فرمایا۔

اے فرزند! غور سے سن لے کہ بے ادب معرفت الٰہیہ اور عشق رسول اللہ ﷺ سے محروم و نامراد رہتا ہے۔

اور پھر مجلس برخاست ہو گئی۔

ایک محیر العقول واقعہ اس سلسلہ میں جناب ڈاکٹر سید عامر گیلانی صاحب نے اپنی کتاب سیرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صفحہ نمبر ۲۸ پر رقم فرمایا ہے کہ۔

"حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام دانت مبارک شہید کر دیئے تو کوئی بھی سخت غذا نہیں کھا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے محبوب کے عشق کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے کیلے کا درخت پیدا فرمایا تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نرم غذا مل سکے جبکہ اس سے قبل کیلے کے درخت یا پھل کا وجود زمین پر نہ تھا۔"

اس روایت کو محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کرامات کے عنوان سے رقم فرمایا ہے ایک اور بھی روایت آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ۔

> "جب غزوہ احد میں سرکار ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو اپنے جملہ دانت مبارک شہید کر ڈالے تو کچھ عرصہ بعد دوبارہ نکل آئے اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے شہید کر ڈالے اسی طرح سات مرتبہ نکلے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات مرتبہ ہی اپنے دانت شہید کر ڈالے۔"

یہ روایات یقیناً محترم سید محمد عامر گیلانی صاحب کا کشف ہی کہی جا سکتی ہے کیونکہ اس فقیر نے انہیں بغیر کسی مستند کتاب یا غیر مستند کتاب کے حوالہ کے ہی حاصل کیا ہے اس کے علاوہ محترم سید صاحب نے ایک عجیب سا سوال بھی اپنی کتاب کے صفحہ نمبر [illegible] پر اٹھایا ہے کہ۔

> "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اگرچہ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی محبت کے بے مثال مجسمے تھے لیکن پھر بھی انہوں نے مدنی تاجدار کے دانت مبارک شہید ہونے پر اپنے دانت نہ توڑے۔"

یہ تو بڑی عجیب سی بات ہوئی جو محترم سید صاحب نے تحریر فرمائی۔ اگر یہ بات ہی عشق کی دلیل ٹھہری تو پھر وادی طائف میں تو حضور اقدس ﷺ سر تا پا خون میں نہا گئے تھے اور آپ کے نعلین شریفین میں بہتا ہوا خونِ مبارک بھر گیا تھا تو کیا تمام مسلمانوں کو یہ چاہئے تھا کہ سب اپنا اپنا خون اسی قدر بہاتے اور اسی طرح جب کفار مکہ نے حضور اقدس کے اوپر حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی تو کیا اپنے آپ کو عاشق ثابت کرنے کے لئے اپنے اوپر اوجھڑی ڈال لیتے اور اسی طرح جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک بڑھیا سرکار دو عالم ﷺ کے اوپر کوڑا

کرکٹ پھینکتی ہے تو وہ بھی اپنے اوپر پھینک دیتے مگر یہ سب کچھ ہوا نہیں۔ کیونکہ اس کو عشق مصطفیٰ ﷺ کی دلیل ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جناب روحانی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۳۹ پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نظریہ عشق رسول کریم ﷺ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ قلب و نظر میں صاحب قوسین ﷺ کی محبت و عشق کی سچی جوت جگانا سہل و آسان نہیں۔ اس کے لئے نہ جانے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے پھر بھی کوئی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ اس نے منزل مقصود کو پا لیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو صرف رب کریم ہی جان سکتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

> "میں سولہ سال تک جمال محمدی ﷺ اور اتباع جمال ملت احمدی ﷺ کے لئے اپنے نفس پر سختیاں کرتا رہا۔ میں نے نفس لوّامہ کو اس مجاہدہ کے طفیل اس طرح کر دیا جس طرح لوہے کی آتشیں بھٹی میں پارہ ہوتا ہے۔ میں ریاضت کی آگ میں تپتا تھا اس طرح میں نے روحانیت کی شمشیر ذوالفقار تیار کی جس سے ماسوا اللہ تعالیٰ کے تمام رشتے کاٹ کر رکھ دیئے۔
>
> کچھ عرصہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا ہوں۔ مجھے ایک خطاب سنائی دی کہ اے بیر بسطامی! افسوس تم تا ہنوز خام ہو۔ تم ابھی تک مقام امید و بیم میں کھڑے ہو۔ تم ابھی تک بزم مرتبہ عالیہ محمدی ﷺ تک پہنچنے کے لائق نہیں۔

میں اس خطاب کو سن رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بحر بیکراں دکھائی دیا۔ اس کی موجوں سے آتشیں شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ ایک لمحہ میں ہزاروں جہانوں کو خاکستر بنا دیتے تھے میں یہ نظارہ دیکھتے ہی دم بخود رہ گیا۔ میری جان پر حیرت طاری ہو گئی میرے دل پر ایک الہام وارد ہوا کہ جب تک اس سمندر سے نہ گزرو گے سرکار دو عالم ﷺ کے دربار عالیہ تک رسائی حاصل نہ کر سکو گے۔

جب محبوب ودود ﷺ سے عشق و محبت ہو تو آگ کے سمندروں، عفریتوں کے بھیانک غاروں، زخمی شیروں کی کچھاروں، قیامت کی ہولناکیوں، مصائب و آلام کی کٹھن و دشوار گھاٹیوں، غم و اندوہ کے طوفانی ریلوں، اور اژدھاہوں کے تیز نیشوں کی پرواہ نہیں رہتی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آتش بداماں بحر بیکراں کی طرف گام اٹھائے جس کو عبور کرنا بزم مرتبہ عالیہ محمدی ﷺ کے لائق ہونے کی شرط اولین تھی۔ چنانچہ کئی سالوں کی محنت و ریاضت شاقہ کے بعد بفضل ایزدی آپ نے اس سمندر کو عبور کیا اور منزل مقصود کو پایا۔

رسالت مآب ﷺ کی محبت اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور چیز کو منسلک نہ کیا جائے۔

زیارت مکہ مکرمہ کے ساتھ زیارت مدینہ منورہ اپنی جگہ درست ہے لیکن دنیائے عشق کے دستور منفرد اور عشاق کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ وہ اس مصرع کی مصداق ہوتے ہیں۔

وللناس فیما یعشقون مذاہب ○

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ حج کے ساتھ ہی زیارت مدینہ منورہ سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے فریضہ حج ادا کیا تو مدینہ منورہ نہیں گئے اور فرمانے لگے۔

"یہ ادب نہیں کہ زیارت مدینہ منورہ کو زیارت مکہ مکرمہ کے ماتحت رکھ دیا جائے۔"

اگلے سال آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خراسان سے دیار رسول عربی ﷺ کے لئے رخت سفر باندھا۔ روضہ اقدس ﷺ پر حاضری دی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے اور زبان پر درود و سلام کے پاکیزہ الفاظ تھے کافی دیر تک روتے رہے اور سلام پڑھتے رہے۔ اسی اثناء میں اونگھ سی آ گئی۔ دیکھا تو نظروں کے سامنے حضور سرور دو عالم ﷺ جلوہ افروز تھے اور ارشاد فرما رہے تھے۔

"بایزید! اٹھو اور اپنی ماں کی خدمت جا کر کرو۔"

محبوب ﷺ کے فرمان کے سامنے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور واپس اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔"

محب ہمیشہ محبوب کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کی ہر ادا کو حرز جان بناتا ہے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اتباع سنت کا بے حد خیال رکھتے تھے انہوں نے تاحیات خربوزہ محض اس لئے تناول نہیں فرمایا کیونکہ علم نہ ہو سکا کہ

ان کے آقا و مولا ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا تھا۔

محترم سیّد صاحب چونکہ اولادِ علی المرتضیٰ ہیں اس لئے انہیں یہ تحریر کرتے ہوئے یقیناً یہ سوچنا چاہیے تھا کہ۔

"پھر بھی انہوں (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مدنی تاجدار ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے پر اپنے دانت نہ توڑے۔"

ہماری حیثیت یہ ہے؟ کہ ہم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہہ دیں کہ پھر بھی انہوں نے دانت کیوں نہ توڑے۔ کیا یہ لب و لہجہ ان مکرم و محترم شخصیات کے شایانِ شان کہا جاسکتا ہے یقیناً ہم کو توبہ و استغفار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ دونوں مکرم صحابہ ان عشرہ مبشرہ میں نمایاں مقام رکھتی ہیں جن کو ان کی زندگیوں میں ہی رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ نے جنت الفردوس کی بشارت عطا فرمائی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب محترم سیّد صاحب نے ایک روایت اپنی ہی معتبر سند کے ساتھ اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۰ پر یوں رقم فرمائی ہے کہ۔

"جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آپ (حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ "میرے لئے دُعا فرما دیجئے" تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں اپنی دُعا تو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے مخصوص نہیں کرتا بلکہ ہر اس شخص کے لئے جو بحر و بر میں ہے ہر نماز کے بعد مغفرت کی دُعا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے تمام مؤمن

مردوں اور عورتوں، مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش طلب کرتا ہوں پس اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اگر تم اپنا ایمان سلامت لے گئے تو میری دُعا تمہیں قبر میں ضرور مل جائے گی۔"

اس روایت میں دو باتیں ہیں کہ مومن مرد اور عورتیں اور مسلمان مرد اور عورتیں، کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں ہوتے۔ کیا مومن اور مسلمان میں فرق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان یا مؤمن یہ خیال کر سکتا ہے؟ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایمان بھی سلامت نہ لے جاسکیں گے جو یہ خیال کرتا ہے اس کو یہ ضرور سوچنا چاہیئے کہ اس کا جواب بھی اسی کو دینا ہوگا ورنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اگر معاذ اللہ معاذ اللہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو یہ کہہ دیا جائے کہ "اگر تم اپنا ایمان سلامت لے گئے" تو کروڑوں اربوں مسلمانوں کا تو پھر کوئی بھی پرسان حال نہیں۔ جس عظیم رتبہ شخص کو اللہ کا نبی جنت کی بشارت دے اس کے ایمان میں شک، چہ معنی دارید؟

جب ہم عشقِ رسول کریم ﷺ کی بات کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی جذبہ سے مغلوب ہو کر ہی اپنے قریبی عزیز یعنی اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام کو میدانِ جنگ میں قتل کر دیا تھا اور پوری زندگی اس پر فخر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجراح نے اپنے باپ عبداللہ بن الجراح اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا تھا۔

یعنی جن کو قتل کیا وہ کوئی عام لوگ نہ تھے بلکہ ان لوگوں کے خون کے رشتہ دار تھے اگرچہ اس دور میں قبائلی و خاندانی عصبیت بہت زیادہ تھی مگر ان

بزرگوں کے نزدیک رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی بھی رشتہ نہ تھا۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کا ایک مظاہرہ تاریخ میں سنہری حروف سے کچھ اس طرح رقم ہے کہ۔

"جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عدی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الاثنہ کو گرفتار کرنے کے بعد قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو ان سے دریافت کیا کہ "تم لوگ قسم کھا کر بتلاؤ کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے اور تم لوگ اپنے گھروں میں ہوتے جیسا کہ اس وقت وہ اپنے گھر میں ہیں؟

یہ بات سن کر ان بزرگوں نے فوراً فرمایا "نہیں نہیں ہم یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہم اپنے گھر میں ہوں اور سرکار دو عالم ﷺ کے پاؤں میں کوئی کانٹا بھی چبھ جائے"

اس کے بعد مشرکین نے ان کو جان سے مارنے سے پہلے یہ پیش کش کی کہ اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت سے دستبردار ہو جائیں تو ان کی جانیں بچ سکتی ہیں۔ یہ بات ان مشرکین کے نزدیک تو بڑی آسان تھی مگر ان لوگوں نے اپنی زندگیاں حب رسول ﷺ پر قربان کرنے کا ہی عزم ظاہر فرمایا۔

اب مشرکین نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الاثنہ کے جسم اطہر کو جگہ جگہ سے کاٹنا شروع کیا کہ شاید وہ شدید تکلیف سے گھبرا کر ان کی بات مان جائیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان سرفروشوں کو حب رسول ﷺ سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال برداشت کا مظاہرہ کیا اور ایک آہ بھی ان کی زبانِ اقدس سے نہ نکلی۔ یہ اندوہناک منظر

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

مشرکین نے آخر کار حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھانسی پر لٹکا دیا اور یہ منظر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کر پوچھا کہ اب آپ کا ارادہ کیا ہے تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرعزم لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ۔

"اے مشرکین مکہ اگر تم میرے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دو پھر بھی میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ اپنا عشق نہیں توڑوں گا۔"

یہ سن کر مشرکین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر کو شدید ترین تشدد کا نشانہ بنا کر پھانسی پر لٹکا دیا۔

اب ہم آپ کی خدمت اقدس میں عشقِ رسول کریم ﷺ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"نتھو رام نے ایک انگریزی کتاب "تاریخ اسلام" میں سرور کائنات ﷺ کی شان اقدس میں انتہائی گستاخیاں کی تھیں۔ مسلمانوں نے اس شاتم رسول اللہ ﷺ پر مقدمہ دائر کیا مگر کچھ نہ بنا۔ ہزارہ کے ایک عبدالقیوم نامی نوجوان نے یہ سنا تو اس کے غم و غصہ کی انتہا نہ رہی ایک دن عین مقدمہ کی سماعت کے دوران اس نے اپنے تیز دھار چاقو سے نتھو رام کی گردن پر پیہم بھرپور وار کر کے اسے جہنم واصل کر دیا۔

مسلمانوں نے غازی عبدالقیوم کے مقدمہ کی ہائی کورٹ تک پیروی کی مگر غازی عبدالقیوم کے اقرار اور پھر اس پر اصرار کی وجہ سے سزائے موت ہر جگہ بحال رہی۔ کراچی کے

مسلمانوں کے ایک وفد نے اس صورت حال میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لاہور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وائسرائے سے مل کر اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے غازی عبدالقیوم خان کی سزائے موت کو عمر قید میں بدلوائیں۔"

علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس وفد کی یہ گفتگو سن کر گہری سوچ میں ڈوب گئے اور کافی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے "کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟" ارکانِ وفد نے کہا "نہیں"۔ وہ تو واضح الفاظ میں اپنے اقدام کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے کوئی مجھے پھانسی سے بچانے کی کوشش نہ کرے۔"

علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا" جب وہ کہہ رہا ہے کہ اس نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو غازی اور مر گیا تو شہید۔"

☆☆☆☆☆

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ۔

"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ درخواست پذیر ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ فرمایئے کہ قیامت

کب برپا ہو گی؟ شافع محشر رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا۔

ما اعدت لھا

تم نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟

اس نے کہا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! میں نے نہ تو زیادہ نمازیں پڑھی ہیں' نہ زیادہ روزے رکھے ہیں اور نہ ہی زیادہ صدقات دیئے ہیں۔

لکنی احب اللہ ورسولہ

البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ رحمتہ العالمین ﷺ نے فرمایا۔

انت مع من احببت

"تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت کرتا ہو گا۔"

☆☆☆☆☆

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نظر ڈالی تو ایک صاحب کو موجود نہ پایا۔ ان کی غیر موجودگی کا سبب دریافت کیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ وہ شب زندہ دار شخص ہیں۔ ساری رات کی عبادت کے بعد شاید ان کی آنکھ لگ گئی ہو گی اس وجہ سے جماعت سے رہ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر افسوس کیا اور کہا۔

"اگر وہ تمام رات سوتے رہتے مگر فجر کی نماز

جماعت سے ادا کرتے تو بہتر ہوتا کیونکہ سید الثقلین ﷺ فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتے تھے۔"

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت ابوایوب انصاری کا عشق رسول ﷺ ملاحظہ ہو کہ "ایک رات ان کی روحانی اذیت اس قدر شدید ہو گئی کہ دونوں میاں بیوی چھت کے ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئے اور ساری رات خوف کے مارے کپکپاتے ہوئے حیرانی و پریشانی کے عالم میں جاگ کر گزار دی۔

صبح ہوئی تو بالا خانے سے نیچے اترے آنکھوں میں غنودگی اور چہرے پر پژمردگی کے آثار نمایاں تھے۔ بے بسی کے ان لمحات میں میاں نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کپکپاتے ہونٹوں اور لڑکھڑاتی زبان سے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! ہم ساری رات چھت کے ایک کونے میں سمٹ سمٹا کر جاگتے رہے۔" رحمۃ للعالمین ﷺ نے پوچھا "ایسا کیوں کیا؟" عرض کیا "یا محبوب العالمین ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! دراصل ہمیں لحہ لحہ یہ اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں انجانے میں آپ ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے' رات کو اس اندیشے نے شدت اختیار کر لی تھی حالانکہ ہم نے آپ ﷺ سے شروع میں ہی عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ بالائی منزل پر قیام فرمائیں گے مگر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ چونکہ آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت ہوگی اس لئے نچلی منزل ہی آپ ﷺ کے لئے موزوں رہے گی لیکن آپ ﷺ ہم غلاموں پر نظر کرم فرمایئے اور بالا خانہ پر تشریف لے چلئے۔ آپ ﷺ کا نچلی منزل پر رہنا ہمارے لئے باعث ندامت بنتا جا رہا ہے۔ ہماری سعادت یہی ہو گی کہ ہم آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے ہی رہیں۔"

ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے درخواست قبول فرما لی اور اوپر والی منزل پر منتقل ہو گئے یوں میاں بیوی نے مسرت و انبساط کی ان گنت رعنائیوں کے ہمرکاب نچلی منزل میں سکونت اختیار کر لی۔

سرور کائنات ﷺ تقریباً نصف برس وہاں مقیم رہے اور میاں بیوی نے کمال عقیدت' بے مثال محبت اور لازوال کیفیت سے سرشار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت کی اور لحظہ لحظہ کو غنیمت جانا۔

رحمت دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میزبانی کا ایسا شرف عطا کیا کہ جس پر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے۔"

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق رسول کریم ﷺ کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ تحریر ہے کہ وہ بیت اللہ کی دیوار کے نور بھرے ٹھنڈے میٹھے سائے میں کھڑے

تھے۔ ان کے منہ سے پھول جھڑ رہے تھے اور ان کا جوش خطابت عروج پر تھا۔ وہ بیانگ دہل کہہ رہے تھے "لوگو! بے کار، بے بس اور بے شعور بتوں کو چھوڑ کر خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جو کہ ہر چیز کا خالق و رازق اور قادر مطلق ہے۔ محمد ﷺ خدا کے آخری نبی ﷺ ہیں اور وہ بلاشبہ صادق اکبر ہیں۔" جس جس نے ان کی ان سچی اور کھری باتوں کو سنا وہ مشتعل ہو گیا۔ یوں بے شمار لوگ آگ بگولہ ہو کر ان پر پل پڑے اور مار مار کر لہولہان کر دیا۔

انہی لمحات میں ان کے قبیلے کے چند باہمت افراد نے یہ اذیت ناک منظر دیکھا تو انہیں دشمنان اسلام کے نرغے سے چھڑایا۔ وہ بے ہوش ہو گئے تھے وہ انہیں اٹھا کر ان کے گھر چھوڑ آئے۔ ان کے والد نے بیٹے کی صورت دیکھی تو آنسو امڈ آئے۔ ماں نے اپنا نور نظر نیم جاں دیکھا تو رو رو کر نڈھال ہو گئی۔

کافی دیر بعد انہیں ہوش آیا تو والدین کی جان میں جان آئی۔ ماں نے کہا "بیٹا کچھ کھا پی لو" وہ بولے۔ "میں اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک مجھے یہ علم نہ ہو جائے کہ میری جان سے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کس حال میں ہیں؟"

ماں نے کہا "بیٹا مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔"

وہ بولے "ام جمیل بنت خطاب کو علم ہے" ماں دوڑی گئی اور ام جمیل کو سارا واقعہ بیان کیا تو وہ ان کی ماں کے ہمراہ اس کے گھر آ گئی اور یوں سب اکٹھے ہو کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش ہوئے۔ آپ نے سرور کائنات ﷺ کا دیدار کیا تو یوں محسوس ہوا جیسے تمام زخم مندمل ہو گئے ہوں البتہ اس لمحے آپ نے اپنی ایک پریشانی کا اظہار ضرور کیا اور ہادیٔ برحق ﷺ سے مخاطب ہو کر بولے "اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ! مجھے لمحہ لمحہ یہ فکر رہتی ہے کہ میری والدہ کب مشرف بہ اسلام ہو کر جنت کی حقدار بنیں گی!"

رحمۃ للعالمین ﷺ کی اک نظر کرم کی دیر تھی کہ اس کی والدہ نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ وہ یہ دیکھتے ہی خوشی سے جھوم اٹھے۔ کیونکہ اس کی اولین آرزو پوری ہو چکی تھی۔ وہ والدہ کے انتہائی خدمت گزار اور وفا شعار فرزند حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

☆☆☆☆☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محلے کی گلیوں میں آتے جاتے اک بڑا دلدوز منظر دیکھتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت دکھ ہوتا۔ منظر کیا تھا اک بھیانک ظلم کی درد ناک داستان تھی۔ ایک مالک اپنے ہی غلام کو ناقابل بیان مظالم کی چکی میں لمحہ لمحہ پیس رہا تھا۔ آخر اس غلام کا قصور کیا تھا اس کا جرم تو محض اتنا تھا کہ وہ اپنی زبان سے احد اور احمد کا نام لیتا تھا۔

روز روز کے اس اندوہناک منظر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر گہرا اثر کیا۔ آخر ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تو وہ اس غلام کے مالک کے پاس پہنچے اور اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ ایک بے کس و بے قصور غلام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا اس کے شایان شان نہیں مگر اس ظالم مالک کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ تاہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے مسلسل سمجھاتے رہے۔ بالآخر مالک نے تنگ آ کر اتنا کہا ''تم اس غلام کے اتنے ہمدرد ہو تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھٹ جواب دیا ''بولو کیا لو گے؟'' ظالم بولا ''تم اپنا غلام فسطاس رومی مجھے دے دو اور اسے لے جاؤ؟''

ظالم کو یقین تھا کہ اس کے معمولی قیمت کے غلام کا خریدار اپنے غلام فسطاس رومی کو بدلے میں نہیں دے گا کیونکہ وہ بڑا کارگزار غلام تھا اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی بہت زیادہ قیمت تھی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر متوقع طور پر فوراً بولے۔ ''مجھے منظور ہے۔'' ظالم نے پھر پینترا بدلا اور ڈھٹائی سے کہنے لگا ''فسطاس رومی کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب سابق وہی جواب دیا۔ ''مجھے یہ بھی منظور ہے۔''

سودا طے ہو گیا تو لین دین کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی پر مظلوم غلام کے ظالم مالک سے مخاطب ہو کر صرف اتنا کہا ''تو اس غلام کی قدر و قیمت کیا جانے' میرے نزدیک تو یمن کی بادشاہت بھی اس کے بدلے میں کم ہے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلام کو لے کر سیدھا بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچے اور سارا ماجرا بیان کیا تو رحمت دو عالم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس نیک کام میں مجھے بھی شریک کر لو' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔''

اور زمانے نے دیکھا کہ یہ وہی غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اسلام کے سب سے پہلے مؤذن ٹھہرے۔ سرور کائنات ﷺ نے ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا ''اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے تم اپنا کوئی ایسا عمل بتاؤ جس پر سب سے زیادہ اجر و ثواب کی امید ہو کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''یا محبوب العالمین ﷺ! میں نے ایسا عمل تو کوئی نہیں کیا البتہ شب و روز میرا کوئی وضو ایسا نہیں ہے جس کے بعد میں نے نماز نہ پڑھی ہو اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ عشق مصطفےٰ ﷺ ہی تھا کہ جس نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر ارفع اور اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔

☆☆☆☆☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشقِ مصطفیٰ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دربار رسالت ہے۔ آپ ﷺ اپنے جانثار اور سرفروش صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جھرمٹ میں یوں جلوہ افروز ہیں جیسے ستاروں کے اجتماع میں چاند تابندہ۔ تدریس و تربیت کے ساتھ ساتھ انصاف و احسان کا سلسلہ جاری ہے کہ اتنے میں دو اشخاص ایک تنازعہ لے کر حاضر ہوتے ہیں ان میں ایک یہودی ہے جبکہ دوسرا منافق۔

منصفِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دونوں سے تنازعہ کی نوعیت کے مطابق دلائل سنتے ہیں مختلف سوالات کر کے معاملہ کے نتیجہ تک پہنچتے ہیں اور فیصلہ یہودی کے حق میں صادر فرماتے ہیں۔

دربار رسالت مآب ﷺ سے انصاف کے تمام تر تقاضے پورے ہونے کے باوجود منافق نیا پینترا بدلتا ہے۔ وہ یہودی سے کہتا ہے کہ ”میں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کے پاس چلوں گا۔ وہ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ فیصلہ منظور کروں گا۔“

یہودی اسے سمجھاتا ہے ”میاں! تم بھی عجیب شخص ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے فیصلہ لے کر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے! تم خود تو زبان سے سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا سب سے بڑا سردار مانتے ہو مگر عملی طور پر آپ ﷺ

کے فیصلہ کو ماننے کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے پر بضد ہو۔ تمہاری یہ منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میرے خیال میں اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔“ مگر منافق کہتا ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہی جائے گا اور ان سے ہی تنازعہ کا فیصلہ کروائے گا۔ آخرکار یہودی تنگ آ کر منافق کے ساتھ چل پڑتا ہے۔ دنوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ منافق بات کا آغاز کرنے ہی لگتا ہے کہ یہودی کہتا ہے ”جناب! پہلے یہ سن لیجئے کہ ہم اس سے پہلے آنحضور ﷺ سے فیصلہ لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فیصلہ میرے حق میں دیا ہے مگر یہ شخص سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کئے ہوئے فیصلہ پر مطمئن نہیں اور مجھے زبردستی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فیصلہ کریں گے وہ مانوں گا۔“

منافق سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ”اچھا تم میرا فیصلہ تسلیم کرو گے تو پھر ذرا ٹھہرو میں ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آتے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہی

چشم زدن میں منافق کی گردان یہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں کہ ”جو سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے۔“

ہادیٔ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کبھی کسی مومن پر نہیں اٹھ سکتی۔“

☆☆☆☆☆

جنگ بدر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ ابوجہل کے لشکر میں شامل ہو کر اسلام سے تبرد آزما ہونے کے لئے شمشیر بکف میدان میں آئے اور اپنی طاقت کے بل بوتے اور جوانی کے گھمنڈ میں للکارا کہ کون ہے جو میرے مقابل آئے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو گئے اور جناب رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا ’یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کافر کی گردن اتار دوں۔ فرمایا‘ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تمہارا بیٹا ہے عرض کیا‘ حضور ﷺ! جو آپ ﷺ کا نہیں وہ میرا کیسا؟ حضور ﷺ! اس کے ناپاک وجود کے دنیا میں آنے کا سبب میں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی نجاست سے دنیا کو پاک کرنے کا سبب بھی بنوں۔ اجازت ملی۔ شمشیر علم کئے میدان میں پہنچے اور فرمایا کہ او مغرور کافر! یہ تیرا بوڑھا باپ ہے جو تیرا

ابھی سر قلم کرے گا اور ایک لمحہ میں تیرے اس ناپاک وجود کو خاک و خون میں تڑپائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا۔ صدیق کا بیٹا اور کفر کے دلدل میں رہے اور کافر مارا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا۔ عبدالرحمٰن کے دل کی سیاہی ڈھل گئی۔ قدموں میں گر پڑے اور کلمہ شہادت پڑھا۔ کافر سے محبوب خدا ﷺ کے صحابی بنے۔ وہی تلوار جو مسلمانوں کے لئے چمک رہی تھی۔ کافروں پر برس پڑی۔ خوب داد شجاعت دی اور اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک کو چار چاند لگائے۔

☆☆☆☆☆

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق مصطفیٰ ملاحظہ فرمائیے کہ خونریز جنگ جاری ہے۔ حق و باطل کی افواج باہم برسر پیکار ہیں۔ سرفروشان اسلام شہادت کی معراج پا رہے ہیں جبکہ دشمنان اسلام جہنم واصل ہو رہے ہیں۔ گھمسان کا رن پڑا ہے۔ مسلمان فوج کا ہر سپاہی رب العالمین کے نام اور رحمت للعالمین ﷺ کے کام کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہے۔ جانثاران اسلام میں ایک مرد مجاہد ایسا بھی ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں تلوار ہے۔ ڈھال سے کوئی سروکار نہیں مگر اس کے سر پر ایک ایسی ٹوپی ہے جو اسے جان سے زیادہ عزیز ہے۔

وہ گھوڑے پر سوار میدان کارزار میں داد شجاعت دے رہا ہے کہ اچانک اس کی ٹوپی کہیں کھو جاتی ہے۔ اب وہ

لڑائی چھوڑ کر ٹوپی تلاشنا شروع کر دیتا ہے۔ اسے کچھ پرواہ نہیں کہ دشمن اس کے چاروں طرف اس کی تاک میں ہے۔ وہ ٹوپی کے بغیر اپنے آپ کو بے بس اور نامکمل سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اور صرف اپنی ٹوپی ڈھونڈنے میں مصروف ہے۔ حالانکہ جنگ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ جب تک ٹوپی نہیں ملے گی وہ دشمن پر نہ تو حملہ کرے گا نہ حملے کا جواب دے گا۔

مجاہدین اسلام دیکھتے ہیں کہ تیر اور پتھر برس رہے ہیں تلوار اور نیزہ اپنا کام کر رہے ہیں دشمن بڑھا چلا آ رہا ہے اس صورت حال میں وہ اس مرد مجاہد سے کہتے ہیں کہ "جناب! ٹوپی کا خیال چھوڑیئے اور دوبارہ لڑنا شروع کیجئے۔" مگر وہ انہیں صاف صاف جواب دیتا ہے "ٹوپی ملے گی تو جنگ چلے گی۔"

وہ اپنی ٹوپی کی تلاش بدستور جاری رکھتا ہے چپہ چپہ چھان مارتا ہے بالآخر ٹوپی اسے مل جاتی ہے۔ اب اس کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جس افسردگی نے اس کے دل و دماغ پر ڈیرے ڈال رکھے تھے وہ رخصت ہو جاتی ہے اب اس میں پہلے سے زیادہ خوشی، جوش اور ولولہ آ جاتا ہے۔ وہ ٹوپی کو سر پر رکھتا ہے اور اس شجاعت و بسالت کے ساتھ لڑتا ہے کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیتا ہے فتح بڑھ کر اس کے قدم چومتی ہے اور یوں وہ معرکہ یرموک کا ہیرو بن جاتا ہے۔

اس کے ساتھی اس سے دریافت کرتے ہیں۔ "آخر

اس ٹوپی میں ایسی کیا خوبی ہے جو آپ اس کی گمشدگی پر اس قدر پریشان ہو گئے تھے؟" وہ بتاتا ہے "بھائیو! آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں آج تک ہر جنگ میں کامیاب و بامراد کیوں لوٹا؟ محض اس ٹوپی کی بدولت! میرا کیا ہے! سب اس ٹوپی ہی کی برکت ہے میں اس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ اگر یہ میرے سر پر ہو تو پھر دشمن میرے سامنے کچھ بھی نہیں۔"

اس کے ساتھی پھر پوچھتے ہیں" ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ اس ٹوپی میں یہ خوبی کیسے پیدا ہوئی؟" وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہو جاتا ہے پھر سکوت کو توڑتا ہے اور ٹوپی اتار کر اپنے ساتھیوں کو دکھاتے ہوئے کہتا ہے کہ "یہ دیکھو اس میں کیا ہے! یہ محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے سر انور کے بال مبارک ہیں جو میں نے اس ٹوپی میں سلائی کروا رکھے ہیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ ایک مرتبہ عمرہ ادا کرنے کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے اور سر کے بال اتروائے تو اس وقت ہم میں سے ہر ایک شخص موئے مبارک لینے کی کوشش کر رہا تھا اور ایک دوسرے پہ گر رہا تھا۔ میں نے بھی اس کوشش میں آگے بڑھ کر چند موئے مبارک حاصل کر لئے تھے اور پھر اس ٹوپی کی زینت بنا لئے۔ یہی ٹوپی پہنتا ہوں تو فتح میری قدم بوسی کو تیار ہوتی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ یہ ٹوپی اگر مجھے نہ ملتی تو میرے پاس باقی کیا بچتا؟"

اس کے ساتھی یک زبان ہو کر کہتے ہیں" اے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ! واقعی تم ٹھیک کہتے ہو کہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے بغیر نہ دنیا میں کامیابی مل سکتی ہے نہ آخرت میں۔"

☆☆☆☆☆

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یوم احد کا ذکر کرتے تو فرماتے۔

"یہ دن سارے کا سارا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آیا۔"

پھر اس روز کے حالات یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضور ﷺ کے پاس لوٹ کر آ گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا حضور ﷺ کا دفاع کر رہا ہے میں نے سوچا کہ یہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہو سکتا ہے۔ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک شخص تھا میں حضور اکرم ﷺ کے زیادہ قریب تھا میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے میں جب حضور ﷺ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے والے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور چہرہ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں۔ میں نے رخسار مبارک سے وہ حلقے نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے میری منت کی کہ یہ سعادت انہیں حاصل کرنے دوں۔ انہوں نے

ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا مبادا تکلیف نہ ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے۔ ایک حلقہ تو نکل آیا لیکن اس کوشش میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے نکالا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے والے اور دو دانت اکھڑ گئے۔ اگرچہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے والے چاروں دانت اس کوشش کی نذر ہو گئے لیکن اس کے باوجود ان کے حسن و جمال کو چار چاند لگ گئے۔

☆☆☆☆☆

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عشق مصطفیٰ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ فنون سپاہ گری میں باکمال اور اپنی مثال آپ تھے۔ تاہم پہلوانی ان کا خاص شعبہ تھا اور اس حوالے سے ان کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بادشاہ کے خاص مصاحبین میں شامل تھے اور دربار شاہی میں انہیں ارفع و اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ کیا عوام کیا خواص سبھی ان کو قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے ملک و قوم کے لئے انہیں عظیم سرمایہ سمجھتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ پر ہجوم دربار لگائے بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ "بادشاہ سلامت! میں آپ کے نامی گرامی پہلوان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے کشتی لڑے۔" بادشاہ نے اس اجنبی کی یہ بات سنی تو اسے

شخص بڑھک سمجھ کر کہا ”ارے نادان! کیوں مفت میں اپنی جان گنواتا ہے۔ اپنے جسم کی کمزوری کو دیکھ اور اپنی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں پر غور کر۔ تو اس قدر دبلا پتلا آدمی ہو کر مشہور زمانہ پہلوان سے کس طرح مقابلہ کرے گا۔ اپنے اس ارادے کو دل سے نکال دے اور اپنی راہ لے۔“

مگر وہ شخص اپنی دھن کا پکا نکلا اور اصرار کرنے لگا کہ وہ کشتی لڑ کر ہی جائے گا آخر کار بادشاہ نے تنگ آ کر اسے کشتی کی اجازت دے دی اور دنگل کا وقت مقرر کر دیا۔

وقت مقررہ پر شاہی پہلوان اور اجنبی شخص کا دنگل شروع ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابلے آئے اک ہجوم تھا کہ اس انوکھے دنگل کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے سبھی لوگ یہی کہہ رہے تھے کہ آج اجنبی شخص اپنی بے جا ضد کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ وہ کسی طرح بھی شاہی پہلوان کا جوڑ نہیں تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ پہلے ہی داؤ میں بادشاہی پہلوان اس اجنبی شخص کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دے گا جس سے اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔ اکھاڑے میں جیسے ہی شاہی پہلوان نے اجنبی شخص کو للکارا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور شاہی پہلوان کے کان میں کوئی بات کی۔ اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ شاہی پہلوان اس کمزور و ناتواں شخص کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ بادشاہ نے جب دیکھا تو اس نے اجنبی شخص کی جیت کا اعلان کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے دوبارہ کشتی لڑائی مگر نتیجہ پھر

وہی نکلا۔ اس بار بھی بادشاہ نے اپنے پہلوان کی ہار ماننے سے انکار کرتے ہوئے تیسری بار کشتی کرائی چنانچہ تیسری دفعہ بھی اس کمزور نحیف شخص نے مضبوط و توانا شاہی پہلوان کو پچھاڑ دیا۔

آخر کار بادشاہ نے بادل نخواستہ اس اجنبی شخص کی جیت کا اعلان کیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ مگر بادشاہ ازحد پریشان تھا کہ آخر وہ شاہی پہلوان جو دنیا کے نامور پہلوانوں کو شکست دے چکا ہے آج ایک عام شخص سے جو کہ پہلوان بھی نہیں تھا کس طرح مات کھا گیا۔

عوام و خاص بھی حیران و پریشان ہو کر گھروں کو لوٹ گئے اس کے بعد بادشاہ نے شاہی پہلوان کو بلایا اور اس سے تنہائی میں پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ آخر اس شکست کی وجہ کیا تھی؟ کیونکہ اس سے نہ صرف شاہی پہلوان کی رسوائی ہوئی تھی بلکہ بادشاہ بھی اسے اپنی ناکامی اور خفت سمجھ رہا تھا۔

شاہی پہلوان نے پہلے تو وجہ بتانے سے تامل کیا مگر بادشاہ کے اصرار پر اس نے بتایا کہ اس شخص نے کشتی شروع ہوتے ہی میرے کان میں کہا تھا کہ ”میں سید ہوں“ اس لئے میں نے مجمع عام میں ایک سید کی عزت کو اپنی ذات پر ترجیح دی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری یہی سب سے بڑی پہلوانی تھی۔

اسی شب رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے شاہی پہلوان کو خواب میں زیارت سے فیض یاب کیا اور فرمایا ”شاباش! تم نے ہماری اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہم بھی

تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔" اور چشم فلک نے دیکھا کہ وہی شاہی پہلوان حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے تاریخ اسلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ و تابندہ ہو گئے اور یہ محض عشق مصطفےٰ ﷺ ہی کا ثمر تھا کہ وہ خاندان مصطفےٰ ﷺ سے بھی حد درجہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

جناب سید عامر گیلانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱ پر جو الفاظ رقم فرمائے ہیں ان کے بارے میں اس فقیر نے اپنے خیالات پیچھے بیان کر دیے ہیں۔ تعجب اس وقت ہوا جب اس عاجز و مسکین کی نظر اس سے اگلے صفحہ پر پڑی جہاں قبلہ سید صاحب اس واقعہ کو کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہا تھا کہ "اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اگر تم اپنا ایمان قبر میں سلامت لے گئے تو میری دُعائیں تمہاری قبر میں مل جائے گی۔" آپ نے اس واقعہ کو ایک محاورہ کے طور پر تسلیم فرمایا۔

آپ نے اس سلسلہ میں بطور سند تحریر فرمایا کہ۔

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ سے فرمایا۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جآءت من العلم انك اذاً لمن الظلمین

(ترجمہ): اگر آپ اِن کی خواہشات کی اتباع کریں اس کے بعد آپ کے پاس علم آیا ہے تو آپ اس وقت ظالم ہوں گے۔

اور سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا "اگر تجھ سے کوئی غلطی ہو گئی تو استغفار کرو۔"

یہ استدلال پڑھ کر یقیناً رونگٹے کھڑے ہوں گے۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو اپنے آقا و مولیٰ کے متعلق یہ لکھنے کی جسارت کرے کہ "آپ اس وقت ظالم ہوں گے۔" مقام عشق اپنی جگہ مگر کیا یہ واقعی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضور ﷺ سے ہی خطاب فرمایا ہے اس سلسلہ میں چونکہ قبلہ سید صاحب نے سورۃ نمبر اور آیت نمبر تحریر نہیں فرمائے تھے اور یہ عاجز بھی حافظ قرآن نہیں ہے چنانچہ دس پندرہ روز اس آیت مبارکہ کی تلاش میں گزر گئے۔ اس سلسلہ میں میری راہنمائی معروف عالم دین پروفیسر شبیر حسین انجم صاحب نے جو کہ مدرسہ فہم القرآن کے مہتمم ہیں نے فرمائی۔

جب اس فقیر نے کنزالایمان پر اس آیت شریفہ کا ترجمہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ خطاب معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ کے لئے نہیں تھا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۵۔ صفحہ نمبر ۶۰ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

"اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہوگا۔"

کلام اللہ شریف میں وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ وہی فرماتے اور عمل فرماتے ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے سوچا بھی جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ کسی غیر اللہ تعالیٰ کی خواہشات کی اتباع کریں گے۔ اس آیت مبارکہ کے ترجمہ کے بعد محترم سید صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "اور سرکار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اگر تجھ سے غلطی ہو گئی تو استغفار کرو۔"

اس کا مطلب کم از کم الفاظ میں یہی لیا جا سکتا ہے کہ جیسے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ "ان کی خواہشات" کا مطلب ازواج مطہرات کی خواہشات ہے۔ نہیں

نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں نہ ہی سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس ایسی ہے اور نہ ہی ازواج مطہرات کی ہستیاں ایسی کہ ایسا سوچا بھی جا سکے۔ بلاشبہ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ رب العزت نے کلام اللہ شریف میں رؤف الرحیم بھی فرمایا اور تمام عالمین کے لئے رحمت بھی فرمایا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کو یہ کہہ دے جیسا کہ فاضل مصنف نے تحریر فرمایا۔ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب علیہ۔

مدینہ طیبہ حاضری

اکثر و بیشتر یہ بحث سننے میں آتی ہے کہ باوجودیکہ عاشقِ صادق ہونے کے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر کیونکر زیارت رسول کریم ﷺ سے محروم رہے۔ اس سلسلہ میں بزرگوں نے اپنے اپنے خیالات پیش فرمائے ہیں جن میں دو خیالات کو خاصی تقویت حاصل ہے۔ اوّل یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ایک ضعیفہ اور نابینا خاتون تھیں ان کی خدمت گزاری کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ دوم یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غلبہ حال بھی طاری رہتا تھا۔

مدینہ طیبہ حاضری کے سلسلہ میں ہمیں چند روایات مختلف کتب سے دستیاب ہوتی ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

ایک دفعہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر مدینہ منورہ حضور پر نور کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ لیکن جب آپ خانہ اقدس پہنچے تو نبی کریم ﷺ تبلیغ کے لیے باہر گئے ہوئے تھے تو والدہ صاحبہ کی ہدایت کے مطابق آپ فوراً واپس چلے آئے والدہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ زیارت کرنے پھر آئے مگر اس وقت حضور ﷺ وصال فرما چکے تھے حضرت مولانا روم مثنوی فرماتے

ہیں کہ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ولیہ تھیں اور فرماتی تھیں کہ میری خدمت کرنا تیرے حق میں بہتر ہے۔

ملا علی بن سلطان قاری کتاب معدن فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب ابدال تھے اور نبی کریم ﷺ کے عہد میں تھے۔ اسی سبب سے مستور الحالی رہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں احوالِ قطب ابدال اور غوث۔ اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام سے پوشیدہ رکھتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری

(ترجمہ): یعنی میرے دوست میرے قبائے عزت کے تلے ہیں اور ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

حضرت مولانا علی حمزہ اور حضرت علی ہجویری کشف المحجوب میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔ اس طرح کتاب مجالس المومنین اور تذکرۃ الاولیاء میں منقول ہے کہ جناب حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرف باریابی حاصل نہ کر سکے۔ بوجہ ضعیف العمر والدہ اور غلبہ حال۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے کو فنا فی الرسول ﷺ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ اپنے ظاہری اوصاف سے غائب ہو گئے تھے اور ہر وقت یادِ رسول اور مشغولِ خدا رہتے لوگ جب آپ کو اس دیوانگی سے دیکھتے تو اپنے آپ سے دور رکھتے اور دیوانہ بے ہوش کہتے ہوئے گزر جاتے ان دنیا والوں کو کیا خبر تھی کہ یہ حالت وارفتگی کیوں طاری ہے۔

انا من نور اللّٰہ والمومن من نوری

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ ولیہ تھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ ماجدہ کی

خدمت میں مشغول رہتے یعنی نورِ محمدی ﷺ میں مشغول رہتے یعنی اس نور میں اس قدر محو اور مستغرق تھے کہ ہجرت و سفر کی طاقت نہیں رکھتے تھے جو حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقت میں محمد ﷺ کو دیکھا اور ظاہر طور پر دیکھنے کا ارادہ نہ کیا کیونکہ مقصد حاصل ہوگیا تھا اور جب مقصد حاصل ہو جائے تو ظاہری طور پر حجاب ہو جاتا ہے۔

مجالس المومنین میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ ایک نیک سیرت ولیہ خاتون تھیں اور ضعیف العمر نابینا ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھیں۔ حضرت خواجہ ان کی خدمت میں لگے رہے ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے اجازت چاہی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر محمد مصطفیٰ نبی آخر الزمان ﷺ گھر پر تشریف فرما نہ ہوں تو وہاں نہ رکنا فوراً واپس چلے آنا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت حضور پرنور ﷺ کے لئے مدینہ پہنچے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کاشانہ مبارک میں تشریف نہ رکھتے تھے کسی مہم کے سلسلے میں باہر تشریف لے گئے تھے اسے اتفاق سمجھے یا اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف آئے بھی اور زیارت نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس یمن لوٹ گئے۔

والدہ محترمہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے اس وقت نبی کریم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کی۔ اور بیت اللہ کی زیارت سے فارغ ہو کر نواحِ کوفہ میں رہائش

اختیار کر لی۔

اخلاقِ جہانگیری میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے ہیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ آئے اور مسجد کے دروازے کے ساتھ کھڑے تھے کہ کسی صحابی نے فرمایا کہ یہ محمد ﷺ کا مزارِ اقدس ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی یہ الفاظ سن پائے تھے کہ بے ہوش ہو گئے کافی دیر تک غشی کا عالم طاری رہا جب ہوش آیا تو اہل شہر کو فرمایا کہ فوراً مجھ ناچیز کو مدینہ سے باہر پہنچا دو کیونکہ جس زمین پر آقائے دو عالم مدفون ہوں وہ جگہ میرے رہنے کی نہیں۔

اس مقدس جگہ پہ میرا قدم رکھنا ادب کے منافی ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مدینہ طیبہ جا کر روضے کی زیارت کی جائے اور یہ خواہش لے کر مدینے کا رخ کیا جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کے نزدیک پہنچے تو یہ خیال ذہن میں آیا کہ یہ خلافِ ادب ہے کہ جس زمین پر نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہو اور اس زمین پر مجھ جیسا گنہگار پاؤں رکھے یہ خیال دل میں لے کر واپس چلے گئے۔

ملفوظات مخدوم نوح رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت سرور کائنات فخر موجودات ﷺ شب معراج میں فلک الافلاک پر پہنچے تو کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ کسی کی جسمانی روح کا قابل ربانی فیض و برکات کی چادر اوڑھے ایک تخت مرصع و نورانی پر بڑے اطمینان و فراغت کے ساتھ بے نیازی کے انداز سے پاؤں پھیلائے ہوئے آرام فرما رہے ہیں آپ ﷺ کے استفسار پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ مجال اور جرات شیخ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

قالب نے کی ہے جس نے آپ ﷺ کے عشق میں دم مارا ہے اور دردِ فرقت میں قدم اٹھایا ہے اور ابھی ایک لحظہ دم کے لئے آرام کر رہا ہے۔ (تفریح الخاطر)

کتاب داد الٰہی (مصنفہ داد بن قائم قاضی متوطن ڈیرہ اسماعیل خان) میں بروایت صاحب مستقصی و امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکور ہے کہ شب معراج میں حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خراٹے کی آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ یہ کس کی آواز ہے تو غیب سے جواب ملا کہ یہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور میں نے چند فرشتوں کو اس آواز پر متعین کر دیا ہے کیونکہ یہ آواز مجھ کو بہت پسند ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ رسالت مآب ﷺ تمام مسلمان مومنوں کو ساتھ لے کر بہشت میں داخل ہونگے تو فرمائیں گے کہ خداوندا میری امت کے جملہ مومنوں نے تو مجھ کو اور میں نے ان کو دیکھ لیا۔ بجز اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ نہ اس نے مجھے دیکھا اور نہ میں نے اس کو دیکھا تو جواب ملے گا کہ تجھ کو جو دیکھتا ہے میرے واسطے دیکھتا ہے اور جب خود مجھ ہی کو دیکھ لے تو اس کا مقصود حاصل ہو گیا پھر تجھ کو نہ دیکھنے سے اس کو کیا نقصان ہوگا۔ یعنی ظاہری صورت نہ دیکھنے کا کوئی حرج نہیں ورنہ حقیقت محمدیہ کے دیدار سے تو خوب سیراب ہوئے۔

اکثر علماء و مشائخ نے اپنی تصانیف میں حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خدمت نبوی میں حاضر نہ ہونے کا سبب یہی تحریر فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی تھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن رات ان کی خدمت و اطاعت میں رہتے تھے۔ ان کی نافرمانی سے بہت ہی ڈرتے تھے شریعت کے حکم کے مطابق اپنی والدہ کی خدمت کو ضروری جانتے تھے۔ یہی وجہ کتب حیواۃ الذاکرین لوامع الانورانی طبقات الاخیار اور بحر الرموز وغیرہ میں لکھی گئی ہے اور کتاب نور المریدین شرح تعرف میں مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قدر استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اپنی والدہ کو بھی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جا سکتے اور نہ ان کو ایک لمحہ کے لئے تنہا چھوڑ سکتے تھے اس لیے زیارت سے معذور ہے۔

مولانا روم قدس سرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ "ولیہ" تھیں ان کو خدمت نبوی جانے سے روکا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ تجھے میری خدمت گزاری ہی کرنی چاہیئے۔ یہی تیرے حق میں بہتر ہے چونکہ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ کے سخت مطیع و فرماں بردار تھے اس لیے ان کی اطاعت ہی اپنے لیے لازمی قرار دی اور خدمت نبوی میں حاضر نہ ہو سکے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں نیت کرنے کا طریقہ نہایت مشکل بھی ہے اور لطیف بھی ہر شخص کو نہیں آ سکتا۔ صاحب دل جو کچھ کرتا ہے اپنی نیت کے مطابق کرتا ہے کیونکہ ہر شخص کی نیت کا اندازہ اس کے ایمان سے ہو سکتا ہے مقلد کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کے موافق تقلید کرے اور دلیل بھی چاہے تو اپنے ایمان کے موافق مشاہدہ کرنا چاہیئے تعجب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنے اہل و عیال سب کو مکہ معظمہ میں چھوڑ کر حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہجرت کر جائیں اور خواجہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر

حضور ﷺ سے ملاقات بھی نہ کر سکیں۔ لیکن جب ان دونوں بزرگوں کی نیت پر نظر کرتے ہیں تو دونوں برابر نظر آتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جنہوں نے احکام شریعت کے بعض نیک عمل کو ترک کر دیا۔ صرف اس لیے کہ اس میں ان کی نیت نہیں ہوئی ہے جیسا کہ حضرت ابن سیرین نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی پوچھا تو فرمایا میں نے نیت نہیں کی تھی۔

جناب فیض محمد اویسی صاحب اپنی کتاب ذکر اویس کے صفحہ نمبر ۵۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۱۵۸ھ میں جب میں (مولف لطائف نفیسہ مصنف احمد بن محمود اویسی صاحب) لاہور جا رہا تھا تو راستہ میں حضرت عبدالخالق اویسی قدس سرہ کا مکان پڑتا تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوا اور اس کتاب (لطائف) کو ان کی خدمت میں پیش کیا چونکہ ان کی بصارت ظاہری اس قابل نہیں رہی تھی کہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ چونکہ ان کی ابصارت ظاہری اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ خود پڑھ سکتے۔ اس لیے مجھ کو فرمایا کہ تم ہی اس میں سے کچھ پڑھنا شروع کرو میں نے پڑھنا شروع کیا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ کی ملاقات کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے حضور سرکار دو عالم ﷺ کی ملاقات سے محروم رہے تو فرمایا کہ ماں سے وہ حقیقی ماں جو اولاد آدم سے ہوتی ہے مراد نہیں ہے اور جن حضرات نے یہ سمجھا ہے انہوں نے سخت غلطی کی ہے یہ ایک پوشیدہ راز ہے جو ظاہر بین حضرات نہیں سمجھ سکتے دراصل واقعہ یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے۔

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

(ترجمہ) میں پوشیدہ خزانہ تھا مجھے اپنی پہچان کا ارادہ پیدا ہوا پس میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔"

کے مطابق اپنے نور وحدت ظہور سے پیدا کیا اور دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو اس وقت دریائے وحدت اور بحر نور مطلق جوش میں آیا اور اس میں حرکت پیدا ہوئی پھر اسی دریائے وحدت سے مثل حباب کے نور محمدی ﷺ کو پیدا کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا۔

اول ما خلق الله نوری

اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے چیز پیدا کی تھی وہ میرا نور تھا اور اس نور کا نام ''ام الانوار'' نوروں کی ماں رکھا۔ جس طرح ماں سے بچے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جملہ مخلوقات اور موجودات کے انوار بھی ام الانوار سے پیدا ہوئے جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

انا من نور الله والمومن من نوری

میں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔

اور نور محمدی ﷺ کو نور مطلق سے اسی قدر اتصال ہے جس قدر بلبلہ کو دریا سے اور حقیقت میں نہ کچھ فرق ہے نہ جدائی۔ کبھی نور محمدی حباب کی مانند بحر ذات مطلق میں گم اور ناپید اور کبھی اوپر جلوہ گر ہو جاتا ہے اسی طرح جب سالک تصفیہ و تزکیہ سے فارغ ہو کر اسم ذات میں مشغول ہو جاتا ہے اور مشغولی میں درجہ کمال حاصل کر لیتا ہے تو اسم ذات کا نور بشری اوصاف اور طبعی کدورتوں کو پاک و صاف کر دیتا ہے اور جب ذاکر اس میں محو ہو جاتا ہے اور نور مطلق کی شعاعیں اس کے رگ و پے میں بھڑکتی ہیں تو وہ خود نور بن جاتا ہے اور اپنے مرجع اور جائے اقرار میں اسی طرح سے محو اور مستغرق ہو جاتا ہے جس

سے نور محمدی عروج کر کے نور حقیقی میں مل جاتا ہے اور کچھ فرق اور فصل نہیں رہتا مانند ایک قطرہ کے دریا میں اور مانند ایک ذرہ کے آفتاب میں مل کر گم ہو جاتا ہے سالک کو اس کی جدائی کی طاقت نہیں رہتی مگر اس حالت میں جب کہ وہ ارشاد تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہو۔

☆☆☆☆☆

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں رہنے کے سبب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے ظاہر ہو جاتا ہے کہ در حقیقت ماں سے مراد وہی امام الانوار (نور محمدی ﷺ) ہے اور حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی نور کے شغل میں محو و مستغرق رہتے تھے اور اس کی جدائی کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

تمہید ہمدانی میں بعض وہ احادیث بھی لکھی ہیں جو آپ کی تعریف و توصیف میں آتی ہیں مثلاً۔

من رانی فقد رای الحق

(ترجمہ): جس نے مجھے دیکھا یقینا خدا کو دیکھا۔

یہ حدیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صادق آتی ہے کیونکہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقت محمدیہ ﷺ کا مشاہدہ کرتے تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کی صورت ظاہری دیکھنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت سے معذور رہے۔

چونکہ حضور سرور عالم فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت اور آپ ﷺ کی جملہ حرکات حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قالب میں پنہاں و جلوہ گر تھیں اور پھر حضور پر نور ﷺ نے اپنا لباس خاص (خرقہ) جو

آپ ﷺ نے شب معراج زیب تن فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر شفاعت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پلے سے باندھ دی تھی بعض شفاعت امت کے لیے حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا اسی لیے اس ظاہری صورت کی طرف توجہ ہی نہ رہی۔

تاج الاولیاء حضرۃ خواجہ عبدالخالق الحافظ اویسی حنفی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق اس سے قابل اعتماد ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلاواسطہ فیض یافتہ ہیں جہاں پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیگر فیوض و برکات سے سرفراز ہوئے ممکن ہے کہ یہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ لیا ہو کہ ماں کی خدمت کا کیا معنی جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیارت رسول اللہ ﷺ جیسی نعمت عظمیٰ سے باز رہے۔

دیدار جمال مصطفےٰ ﷺ کے شوق اور عشق حبیب خدا نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی بے قرار کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہی بے آب کی طرح ہمہ وقت تڑپنے لگے تو ایک دن ہمت کر کے والدہ ماجدہ سے رخصت کی اجازت طلب کر ہی لی۔ والدہ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ آٹھ پہر (۲۴ گھنٹے) میں واپس میرے پاس آجانا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرورت کی تمام چیزیں ان کے پاس رکھیں اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اضطراری میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گلیمی پاجامہ پہنے کندھے پر کمبل ڈالے پراگندہ بال ننگے پاؤں بے تابی سے بھاگے چلے جاتے تھے۔ قرن سے مدینہ کا طویل سفر پاپیادہ طے کر کر دیار حبیب پہنچے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے ہیں تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ جب حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لائیں تو آپ ﷺ سے میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔ والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کا انتظار کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہالہ کا نور دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ یہاں کون آیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک شتربان تھا جو سلام کہہ کر چلا گیا۔ یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق یہ نور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

بعض کتب میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ زیارت حبیب کبریا ﷺ کا اشتیاق حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر غالب آگیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ادھر آنحضور ﷺ کو مدینہ سے باہر جانا پڑ گیا لیکن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد ایک مہمان آئے گا جب وہ آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنا اور اس کا اچھی طرح خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا متقی شخص ہے اگر وہ رکنا نہ چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے مگر اس کی شکل و صورت یاد رکھ لی جائے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ کسی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما نہیں ہیں تو اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ انہیں روکنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ رکے۔ کوئی خاطر بھی نہ کروائی۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا کوئی مہمان آیا تھا؟ ام المومنین نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ یمن سے ایک شخص آیا تھا اس کی شکل و صورت چرواہوں جیسی تھی۔ آپ ﷺ کی عدم موجودگی کو پا کر ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھہرا اور چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا؟ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا وہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جو میری زیارت کے لیے یہاں آیا تھا مگر وہ زیارت کی حسرت دل میں لیے واپس لوٹ گیا وہ ٹھہر نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کی والدہ بوڑھی اور نابینا ہے۔ اس کی نگہداشت کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا سچا محب ہے ذکر الٰہی اس کا شغل ہے اور دنیا کی کسی چیز سے متاثر نہیں۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبہ پر رشک آنے لگا۔ اور عرض کیا۔

> "یا رسول اللہ ﷺ وہ شخص کس قدر عظیم ہوگا جس کی
> عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی توصیف ذات باری تعالیٰ
> اور محبوب خدا ﷺ کریں۔"

مولانا روم نے مثنوی میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء مشہور ہوئے ہیں اور بعض مستور۔ بعض انبیاء کرام ایسے مستور اولیاء کی ملاقات کی آرزو رکھتے تھے جیسے کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا قصہ ہے چنانچہ نبی مہربان ﷺ آرزو فرمایا کرتے تھے۔

واشوقاہ الیٰ القاء اخوانی

(ترجمہ): اور مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کا شوق ہے۔

اس دعا کے نتیجے میں آپ ﷺ کو بارگاہ الٰہی سے القا ہوا کہ خاصانِ الٰہی میں سے کسی کی ملاقات آپ ﷺ سے ضرور ہوگی۔ اسی امید پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ خاصانِ الٰہی میں سے ایک شخص ضرور ہمارے گھر آئے گا اگر اتفاقاً میں گھر پر موجود نہ ہوں تو اس مہمان سے عزت و احترام سے پیش آنا اور میرے آنے تک اسے باعزت بٹھانا اگر وہ میرا انتظار نہ کریں تو ان کا حلیہ یاد رکھنا۔

چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ مقرب الٰہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائے حضور اکرم ﷺ کی بابت دریافت فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے فرمایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائیں۔ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اندر نہیں آسکتا۔ حضور ﷺ کو میرا سلام عرض کر دینا۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ آئے۔ آنحضور ﷺ جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشریف لانا' سلام عرض کرنا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ بیان فرمایا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو دریا کی طرح بہہ نکلے آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو اسرار و رموز کی باتیں سننے میں آئیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد بار دیگر مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ مدینہ طیبہ میں در مصطفےٰ ﷺ کی حاضری کے بارے میں حضرت سلطان ولد نے اپنی کتاب ''مثنوی'' میں لکھا ہے رسول اکرم ﷺ کی رحلت (وفات) کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا شوق غالب آیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کی زیارت سے کیوں شرف حاصل نہ کیا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری والدہ بیمار رہتی تھیں اور مجھے اپنے پاس سے کہیں نہیں جانے دیتی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا ہم تو اپنے مال و متاع اور ماں باپ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور شوق میں قربان کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ آسکے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرات کو تو حضور اکرم ﷺ کی محبت اور خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہے ذرا حلیہ شریف تو بیان فرمایئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی ظاہری صورت اور دیگر اعضاء شریفہ کی بعض نشانیاں اور کچھ معجزات بیان فرمانے لگے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد حضور اکرم ﷺ کی ظاہری شکل و صورت سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی باطنی شکل و صورت اور معنوی جمال دریافت کرتا ہوں۔ وہ بیان فرمایئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا ہمیں جس قدر معلوم تھا بیان کر دیا اگر اس سے زیادہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہو تو بیان فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواجہ قرن کو سرور کائنات ﷺ سے کس قدر عشق و محبت تھی اور کتنا قرب باطنی حاصل تھا۔

اخلاق جہانگیری میں خلاصۃ الحقائق کے حوالے سے لکھا ہے کہ۔

> "جب خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا یہ روضہ رسول (ﷺ) ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو فرمایا مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس سرزمین میں حضور احمد مصطفیٰ ﷺ محو استراحت ہیں وہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے ایسی مقدس اور پاکیزہ زمین پر قدم رکھنا بے ادبی ہے۔"

مولانا خالق دار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی رحلت کی خبر سنی تو مدینہ روانہ ہوئے لیکن مدینہ منورہ کے قریب ہی پہنچے تھے کہ معاً خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے پاؤں زمین پر ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس زیر زمین ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس پلٹ آئے۔

بحر الرموز ملفوظات شاہ جلال الدین محمود اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنفہ حضرت شیخ محمود قدس سرہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نابینا اور ضعیفہ تھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے اور چونکہ شریعت میں ماں کی اطاعت کرنے کا حکم صراحتاً موجود ہے اس طرح آپ نبی علیہ السلام کی خدمت میں نہ پہنچ سکے۔ ہمیشہ اپنی والدہ سے اجازت مانگا کرتے تھے مگر وہ اجازت نہ دیتی تھیں۔

بالآخر ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے صرف چند لمحات کی اجازت طلب کی انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ اگر حضور سرور کونین ﷺ گھر پر نہ ہوں تو واپس چلے آنا۔ وہاں ٹھہرنا نہیں چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں وارد ہوتے ہی کاشانہ نبوت پر حاضر ہوئے۔ اتفاق کی بات تھی کہ حضور پر نور ﷺ اس وقت گھر پر نہ تھے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کب واپس آئیں گے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شاید ظہر تک واپس تشریف لائیں عرض کی حضور ﷺ سے میرا سلام عرض کرنا اپنی والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق رسول اکرم ﷺ کا انتظار کیے بغیر واپس لوٹ آئے اور جب حضور پرنور ﷺ گھر میں تشریف لائے تو وہاں ایک ایسا نور دیکھا کہ جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا۔ یہاں کون آیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ایک شتربان تھا سلام کہہ کر واپس چلا گیا۔ یہ سن کر حضور پرنور ﷺ نے فرمایا تحقیق یہ نور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء مشہور ہیں اور بعض مستور۔ چنانچہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام ایسے مستور اولیاء کرام کی ملاقات کی آرزو رکھتے تھے جیسے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔

بلکہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمایا کرتے

ہیں۔

بلکہ مقرب الٰہی کی اس دعائے شوق ملاقات کی مقبولیت کا بارگاہ الٰہی سے آپ کو القا ہوتا تھا کہ خاصان الٰہی میں سے کسی کو ان کی ضرورت ملاقات ہوگی۔

اسی امید پر حضور پرنور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرما دیا تھا۔ کہ خاصان خدا میں سے ایک شخص ضرور ہمارے گھر میں آئے گا اگر میں اتفاقاً گھر وقت موجود نہ ہوا تو تم اس نیک مہمان سے نہایت عزت و احترام سے پیش آنا اور ان کو میرے آنے تک باعزت بٹھانا اور اگر وہ میرا انتظار نہ کر سکیں تو ان کا حلیہ ضرور یاد رکھنا کیونکہ ان کی زیارت کرنے اور حلیہ یاد رکھنے میں سعادت اخروی ہے۔

چنانچہ ایک روز ایسا ہی ہوا کہ ایک مقرب الٰہی یعنی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور پرنور ﷺ کو پوچھا۔ حضور پرنور ﷺ اس وقت مسجد میں مصروف نماز تھے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے فرمایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے آیئے تاکہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہو سکوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اندر نہیں آ سکتا۔ حضور پرنور ﷺ کی خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کر دینا۔ بس اتنا کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ آئے حضور پرنور ﷺ جب گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشریف لانا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلام عرض کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو حلیہ شریف بیان فرمایا ہے اسے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح نظم فرمایا ہے۔

عائشہ چوں بگفت حلیہ او
اشک از چشم رواں شد چوں او

مصطفیٰ گشت از خوشی را بیہوش
ہمچو دریا درآمد اندر جوش
از چناں بیہوش چو باز آمد
قطرہ اش بحرے ز راز آمد
برزباں اش رواں گشت اسرار
مستمع شوق شد و زاں انوار

درج بالا واقعہ کچھ عجیب سا واقعہ معلوم ہوتا ہے جناب فیض احمد اویسی صاحب نے جو یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز میں مصروف تھے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر آ جائیں تاکہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔ جس کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اندر نہیں آ سکتا حضور ﷺ جب آئیں ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔

بلاشبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی فضیلت ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عاشق صادق تھے مگر مدینہ طیبہ آج والا شہر تو نہ تھا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز کی امامت فرمایا کرتے تھے کون سا ایسا مسلمان ہو گا جو یہ سعادت حاصل کرنے کی آرزو نہ کرے۔ اولیائے کرام تو مسجد نبوی شریف ﷺ میں نماز ادا کرنے کو ہی بہت بڑی سعادت خیال کرتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے اولیائے کاملین طویل ترین مسافتیں طے کر کے یہ سعادت حاصل کرتے رہے۔

اسی روایت میں یہ بھی درج ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ۔

’’آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے چلئے تاکہ
میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔‘‘

مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔

’’میرا سلام کہہ دینا۔‘‘

یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حد درجہ ادب فرما رہی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کہہ کر مخاطب فرما رہی ہیں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باوجود یہ جانتے ہوئے بھی کہ ام المومنین ہیں فرما رہے ہیں کہ۔

’’میرا سلام کہہ دینا۔‘‘

تاریخ اسلام کا ادنیٰ سا طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد اس پر بڑی شدت سے عمل ہوا تھا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک غیر محرم کو اپنے حجرہ مبارک میں اندر آنے کا فرمائیں جبکہ صرف ایک دیوار کے فاصلہ پر مسجد نبوی موجود تھی۔ یہ وہی سیدہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے تدفین کی اجازت دی تھی کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین ہوگئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی وہاں نہ گئیں کیونکہ وہاں ایک غیر محرم دفن تھا۔

جیسا کہ یہ فقیر عرض کر رہا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ادب کے ساتھ مخاطب فرما رہی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں کہ ’’میرا سلام کہہ دینا‘‘ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہہ دیا جائے کہ کہہ دینا۔ یقیناً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی شان ہے اور انہیں بڑے سے بڑے صحابی بڑے ہی ادب سے مخاطب کیا کرتے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی عام خاتون تو نہ تھیں کہ عامیانہ سے لہجہ میں ان کو مخاطب کیا جاتا۔ انہیں تو ان کے والد بھی ادب سے پکارا کرتے تھے کیونکہ جو بھی کوئی بندہ خود کو مومن خیال کرے تو اس کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرور ہیں اور جو کوئی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عزت و تکریم اپنی ماں جیسی بھی نہ کر سکے تو اسے یہ چاہئے کہ کم از کم وہ خود کو مومن نہ کہے کیونکہ قرآن کریم کی رو سے ازواج رسول امہات المومنین ہیں۔

درج بالا روایات میں سے ایک روایت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاحظہ فرمائی ہوگی جو کہ جناب پروفیسر محمد طفیل صاحب نے تحریر فرمائی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف آٹھ گھنٹے کی رخصت دی اور فرمایا کہ آٹھ گھنٹے میں واپس میرے پاس آجانا۔ اسی روایت میں یہ بھی رقم ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرن سے مدینہ کا طویل سفر پاپیادہ طے کر کے دیار حبیب پہنچے۔

یہ چونکہ ایک ایسی روایت ہے کہ جس کا حوالہ حضرت پروفیسر صاحب نے نہیں مرحمت فرمایا چنانچہ اس کو آپ کا کشف بھی کہا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یمن یقیناً مدینہ طیبہ سے بہت زیادہ فاصلہ پر واقع ہے اور پیدل یہ سفر محض چار گھنٹوں میں طے کرنا کرامت ہی نہیں بلکہ معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے اس فقیر کا تو یہ خیال ہے کہ اس زمانہ میں تو یہ سفر تیز ترین اونٹ پر بھی اس قلیل وقت میں ممکن نہ

ہوگا چہ جائیکہ پیدل۔ مگر کرامات سے تو کسی بھی طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اسی روایت میں ویسے تو اس بات کو ہی رد کر دیا گیا ہے حضرت پروفیسر صاحب خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہالہ نور کا دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ یہاں کون آیا تھا انہوں نے فرمایا کہ ایک "شتربان" تھا جو سلام کہہ کر چلا گیا یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق یہ نور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔"

شتربان کا مطلب ہوتا ہے اونٹ والا۔

حیران کن امر یہ ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایات زبان زد عام ہیں اور عام طور پر کتب میں دستیاب ہیں وہ کسی بھی مستند کتاب میں ہمیں نہیں ملتیں۔ بالکل اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس دور میں مدینہ طیبہ کا سفر اختیار کیے اور مدینہ طیبہ میں اس دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کس کس صحابی کے ساتھ ساتھ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مورخ یا محقق ان روایات کی تصدیق یا تردید کا متحمل نہیں ہو پاتا ہے۔

* * *

حضرت عمرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ملاقات

مسلم شریف میں رقم ہے کہ رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا کہ۔

"ایک شخص قبیلہ مراد سے ہے اور اس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے تمہارے پاس وہ یمن کے وفود میں آئے گا جس کے جسم پر برص کے نشان تھے جو کہ سب مٹ چکے ہیں صرف ایک درہم کے برابر نشان باقی ہے وہ اپنی ماں کی بڑی خدمت کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پوری کرتا ہے اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لے لینا۔"

بحر السعادت میں لکھا ہے کہ۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں ایک دفعہ زمانہ حج میں ایام تشریف کے دوسرے

دن بندگان خدا کو پندو نصائح فرما رہے تھے اور خدا اور رسول کے احکام پہنچا رہے تھے سب لوگ حاضر تھے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و نصیحت فرما چکے تو فرمایا کہ تم میں جو اہل کوفہ ہوں وہ اٹھیں سب کوفے (کوفی) کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا تم میں جو قرن کا ہو وہ کھڑا رہیں باقی بیٹھ جائیں۔ سوائے ایک شخص کے سب بیٹھ گئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قرن کا ہوں اور اس کو اچھی طرح خوب جانتا ہوں مگر وہ اس لائق نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نام بھی لیں وہ تو بڑا حقیر و فقیر اور شوریدہ حال ہے اور لوگوں سے دور رہتا ہے سب اس کو دیوانہ جانتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کو نہیں پہچانتے میں نے حضرت رسالت مآب پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت کے آدمی اس کی شفاعت سے بخشش جائیں گے اور بھی بہت کچھ تعریف فرمائی ہے۔"

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب اپنی تصنیف "ذکر اویس" کے صفحہ نمبر ۱۱۲ پر رقم فرماتے ہیں کہ۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ معلوم کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کوفہ میں تشریف لائے اور خطبہ مسنونہ کے درمیان اہل نجد سے پوچھا کہ تم میں جو قرن کا رہنے والا وہ ہو میرے سامنے

آئے ایک شخص سامنے آیا تو اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ دریافت کیا اس نے بھی یہی کہا۔

اے امیر المومنین وہ تو ایک وحشی ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا۔ دریافت کیا وہ کہاں ملے گا؟

وادئ غرا میں دن کو اونٹ چراتا ہے اور رات کو خشک روٹی کھا لیتا ہے شہر میں نہیں آتا اور نہ کسی سے ملتا ہے لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے بلکہ دیوانہ ہے عجیب باتیں کرتا ہے بچے اس کو ستاتے ہیں اور بڑے اس سے نفرت کرتے ہیں چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادی غرا میں پہنچے دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک درخت کے نیچے مصروفِ نماز ہیں اور ان کے اونٹ خود بخود چر رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخ کی جانب جا کر کھڑے ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کو جلدی سے ختم کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہا۔

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ وبرکاۃ کا جواب دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟

فرمایا میں اونٹوں کا چرواہا ہوں اور قوم کا مزدور ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ دنیا کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اپنا وہ نام بتایئے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے رکھا ہے۔ فرمایا تم مجھ سے چاہتے کیا ہو اپنا مطلب بیان کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ہمیں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے ایک برگزیدہ محبوب کی اطلاع دی ہے جس کا نام اویس بتایا ہے اور اس کا جو حلیہ بیان کیا ہے اس کے مطابق قد وقامت اور رنگ اور بالوں سے تو ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا ہے لیکن ایک نشان دریافت کرنا باقی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی ہتھیلی پر ایک سفید نشان اس کی بیماری کا باقی ہوگا اور وہ اس کی دعا سے باقی رہا گیا ہے تا کہ اس کو دیکھ کر خداوند کریم کی رحمت و شفقت یاد رکھے

لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ دکھایئے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور اپنا ہاتھ دکھایا تو واقعی اس پر وہ نشان تھا جس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھتے ہی چوم لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی محبوب حبیب خدا ﷺ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان دعا کو صرف اپنے ہی نفس کے لیے مخصوص نہیں کر سکتا۔

میں بھی بعد ہر نماز کے تشہد میں کہتا ہوں۔

(ترجمہ): اے خدا مرد و عورت مومنوں کو بخش دے۔

پس اگر قبر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایمان سلامت لے جاؤ گے تو میری یہ دعا خودبخود تم کو پہنچ جائے گی اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون صاحب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے میرا حال ظاہر کر دیا اور میرے مولیٰ و آقا محمد مصطفی ﷺ نے تم کو مجھ سے شناسا کرایا۔

اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا یہ امیر المومنین جناب عمر ابن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں اور علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

السلام علیک یا امیر المومنین عمر بن خطاب و ابن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امت میں جزائے خیر دے۔

ہر دو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے

فرمایا

اللہ تعالیٰ تم کو بھی تمہارے نفس سے جزائے خیر دے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت مسلمہ کے لیے دعا کیجیے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے زیادہ بہتر ہیں اور آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر بحیثیت امیر المومنین ہونے کے اس کا حق بھی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

میں تو یہ کام کرتا ہی ہوں لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بموجب وصیت حضور رسول اکرم ﷺ ان کی امت کے لیے دعائے مغفرت کریں جبکہ رسول خدا ﷺ نے اپنا پیراہن مبارک بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے ہاتھ مرحمت فرمایا ہے۔

وصیت رسول کریم ﷺ سے مطلع ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگرچہ میرا نام اویس قرنی ہے تاہم اے امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح دیکھ لیں شاید پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے ﷺ نے عطا و افتخار کسی اور کو بخشا ہو اور میں اس کے لائق نہ ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

مجھے اپنے آقا نامدار سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے محبوب کے جو نشانات ارشاد فرمائے ہیں وہ سب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود ہیں اور وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔

یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو مجھے حضور پرنور ﷺ کا مرقع مبارک عنایت کیجیے تاکہ میں دعا کروں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ پیراہن رسول خدا ﷺ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ادب و احترام سے اور عزت و تکریم سے اپنے سر پر رکھا اور پھر اس مرقع مبارک کو لے کر ایک الگ جگہ پر گئے اور وہاں جگہ صاف کر کے وہاں پیراہن مبارک کو سامنے رکھ کر درگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر عرض کیا۔

یا الٰہا! میرے آقا اور میرے محبوب رسول مقبول ﷺ نے مجھے یہ مرقع فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ میں ان کی امت کے لیے دعائے مغفرت کے لیے تیری درگاہ اقدس میں دعا کروں۔

لہٰذا میں یہ مرقع نہ پہنوں گا جب تک کہ تو تمام امت محمدیہ کو نہ بخش دے گا یا الہ العالمین! تیرے مقدس رسول

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تو اپنا اپنا کام پورا کر دیا اب صرف تیرا کام باقی ہے کہ تو میری دُعا قبول کر اور امت مسلمہ کو بخش دے۔ ہاتف نے آواز دی کہ تیری دُعا کے مطابق امت مسلمہ کا کچھ حصہ بخش دیا گیا عرض کیا یاالٰہی میں تو تیرے محبوب کی سب امت کی مغفرت کا طالب ہوں ندائے غیب ہوئی کہ ایک اور حصے کو بخش دیا۔

عرض کیا نہیں۔ میں اس وقت تک مرقع رسول نہ پہنوں گا جب تک تمام امت کو نہ بخش دے گا۔

القاء ہوا کہ ایک اور حصہ بخش دیا گیا اب اپنے محبوب کا مرقع پہن لے۔

عبد و معبود میں التجا و بخشش کے یہی راز و نیاز ہو رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تاخیر کا سبب معلوم کرنے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی آہٹ پا کر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

آہ! اس موقعہ پر کیوں آئے! اگر کچھ دیر اور صبر کرتے تو میں جب تک دریائے مغفرت الٰہی سے سیراب نہ ہو جاتا اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاتا یعنی جب تک تمام امت محمدیہ کو ارحم الراحمین سے نہ بخشوا لیتا مرقع رسول اللہ ﷺ کو نہ پہنتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شان جلالت اور حالت استغناء دیکھ کر رقت طاری ہو گئی کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بظاہر خستہ و خراب حالت کو دیکھتے کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر پاکیزہ روحانی حالت ملاحظہ فرماتے جب اونٹ کے بالوں کے کہنہ اور بوسیدہ کمبل پر نگاہ ڈالتے تو اسی کمبل کے نیچے بے حد ہزار عالم کے انوار پاتے یہ دیکھ کر اپنی خلافت سے دل برداشتہ ہو گئے اور بے اختیار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے نکل گیا۔

ہے کوئی ایسا کہ ایک سوکھی روٹی کے عوض یہ عہدۂ خلافت مجھ سے خرید لے اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

جو بے عقل ہو گا وہی لے گا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسے بیچتے ہیں اپنے سر سے اس بوجھ کو پھینک دو۔ جو چاہے گا خود لے لے گا اس میں خرید و فروخت کا کیا کام ہے۔"

مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف اردو) میں ایک روایت میں سعید بن مسیّب نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ۔

"ایک سال حج کے موقع پر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن کو پکارا اور پوچھا کیا قرن میں اویس نام کا آدمی ہے اہل قرن میں سے ایک معمر شخص نے اٹھ کر جواب دیا۔

ہم لوگوں میں رہتے والا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے ہاں! ایک دیوانہ صفت کا نام اویس ضرور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ الفت و موانست رکھتا ہے اور نہ وہ کسی کے ساتھ صحبت و اختلاط کا روادار ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس وہی شخص میرا مطلوب ہے جب تم واپس قرن جاؤ تو اس شخص کو تلاش کر کے اس کو میرا سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تیرے تئیں خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تجھ تک رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچا دوں چنانچہ وہ لوگ قرن پہنچے تو اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کیا وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے۔ ان لوگوں نے ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ امیر المومنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے اور شہرت و اختلاط کو ناپسند کرتے تھے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کی ایک ایک علامت بتا دی تھی اور ان دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو تو ان کو میرا سلام کہنا اور اپنے لیے دعائے مغفرت اور امت کے لیے بخشش کی دعا کرانا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال تک بروایت دیگر بیس سال تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار اور جستجو کرتے رہے۔ دائرہ معارفِ اسلامی (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۱۷ھ کے بعد بروایت دیگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری سال ۲۳ھ سے پہلے حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول خدا ﷺ کا سلام پہنچایا اور ان سے امت کے لیے بخشش کی دعا کرائی اور فارغ ہو کر فرمایا اپنی جیب یا (بیت المال) کے عطیہ سے کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

”یہ دو پھٹے پرانے کپڑے میرے پاس ہیں۔ میری دونوں پاپوشیں (جوتیاں) گانٹھ دی گئی ہیں۔ چار درہم میرے پاس ہیں جب یہ اثاثہ ختم ہو جائے گا تو عطیہ قبول کر لوں گا۔“

(بحوالہ مظاہر حق جدید روایت از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مولانا شاہ معین احمد ندوی نے سیر الصحابہ باب تابعین جلد ۱۳ کے صفحہ نمبر ۵۷ پر لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فنا کے اس درجہ پر تھے جہاں شہرت نمونہ اور اہل دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے شہرت اور ناموری سے بھاگتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خستہ حالی کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چاہا کہ والی کوفہ کے نام خط لکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف کرا کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کر دیں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا میں زمرہ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ یہی الفاظ مسلم شریف میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دس سال تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش و جستجو نہ کی۔ پھر ایک سال حج کے دوران اہل یمن کو پکارا کہ تم میں جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہوں کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو گئے تو پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص اویس نام کا ہے۔ ان میں سے ایک شخص بولا کہ اے امیر المومنین ہمیں نہیں معلوم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس اویس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ہاں! میرا ایک بھتیجا ہے جس کو لوگ اویس کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ اس درجہ کا پست اور بے حیثیت انسان ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی کو اس سے کیا سروکار ہوگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا وہ حدود حرم میں موجود ہے؟ اس نے کہا

”میدان عرفات سے متعلق اراک کی جھاڑیوں میں لوگوں کے اونٹ چرا رہا ہے۔“ گویا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حیثیت اور شخصیت چھپانے کے لیے لوگوں کے اونٹ چرا رہے تھے تاکہ ان کو ایک چرواہے سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ (مظاہر حق جدید)

صعصعہ بن معاویہ کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کا جب بھی کوئی قافلہ آتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھتے تم میں سے کوئی اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اہل قافلہ جواب دیتا ہم میں کوئی اس نام کے شخص کو نہیں جانتا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی ایک مسجد میں پڑے رہتے تھے وہاں سے نہ نکلتے تھے اور نہ کسی سے کچھ تعارف رکھتے تھے۔ ان کا ایک چچازاد بھائی تھا جو ان کو ستایا کرتا تھا۔ اتفاقاً اہل کوفہ کے قافلہ میں وہ بھی تھا اس کی ملاقات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دریافت کیا۔ وہ بولا اے امیر المومنین! اویس اس درجہ کا آدمی نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بارے میں پوچھیں اور اس کا تعارف حاصل کریں وہ تو نہایت کم تر اور بے حیثیت آدمی ہے اگرچہ وہ میرا چچازاد ہے۔ (مظاہر حق جدید)

اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک ایک محدث سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے درس کے اختتام پر لوگ منتشر

ہو جاتے مگر ایک مختصر گروہ وہیں رہ جاتا۔ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو بڑی پرحکمت اور اسرار و رموز کی باتیں کرتا۔ کچھ دن وہ مجلسِ درس سے غیر حاضر رہا تو میں نے سوچا شاید وہ بیمار ہو۔ ایک آدمی کو لے کر ہم اس کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر تشریف لائے تو ہم نے پوچھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے کیوں چھپتے اور کنارا کش رہتے ہیں۔ فرمایا میں ننگا ہوں۔ میں نے کہا لیجئے یہ میری چادر اوڑھ لیجئے۔ انہوں نے چادر واپس کر دی۔ میں نے اصرار کیا تو کہا اگر میں آپ کی چادر اوڑھ لوں تو میری ہم قوم دیکھ لیں تو کہیں گے اس ریاکار کو دیکھو اس آدمی کے ساتھ چمٹ گیا ہے۔ اور دھوکہ دے کر اس کی چادر لے لی۔ لیکن میں نے اصرار کر کے چادر اسے دے ہی دی اور کہا چلو ہمارے ساتھ دیکھیں وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ وہ چادر اوڑھ کر ہمارے ساتھ ہو لیے۔ جیسے ہی ایک مجمع کے سامنے سے گزرے تو لوگوں نے کہا۔ ذرا اس ریاکار کو دیکھو اس شخص کو چمٹا رہا اور اس کی چادر لے لی۔ یہ الفاظ سن کر میں نے لوگوں کو کہا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ تم اسے ہر حالت میں تمسخر اور استہزا کا نشانہ بناتے ہو۔ آخر تم اس اللہ تعالیٰ کے بندے سے چاہتے کیا ہو۔ اس کو کیوں ایذا دیتے ہو جب وہ ننگے ہوتے ہیں تو بھی مذاق اڑاتے ہو اور جب چادر اوڑھ لیتے ہیں تو تب ریاکاری کا الزام لگاتے ہو۔ میں نے اس طرح ان کو بہت ڈانٹا اور برا بھلا کہا۔ انہوں نے چادر لینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے خود کو

باصرار ان کو چادر دی ہے تو تم اس کو ریاکار ٹھہراتے ہو۔ (طبقات ابن سعد)

طبقات ابن سعد اور سیر الصحابہ جلد نمبر ۱۴ کے صفحہ نمبر ۵۸ پر اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی مجھے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے۔ وہ دو رکعات تمام کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

”آپ لوگوں کا بھی میرے ساتھ عجب معاملہ ہے آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں۔ میں ایک ضعیف انسان ہوں میری بہت سی ضروریات ہیں جنہیں میں آپ کی وجہ سے پوری نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ ایسا نہ کیجئے۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو عشاء کے بعد مل لیا کریں۔“

اس کے علاوہ ہمیں ابن عساکر، شرح مشکوٰۃ اور معدن العدنی میں بھی دستیاب ہونے والی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال تک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کروایا یہاں تک کہ ایک دفعہ ایامِ حج میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ یمن کو جمع کر کے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے جو بھی قبیلہ مراد کا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔

چنانچہ قبیلہ مراد کے جو لوگ تھے وہ کھڑے ہو گئے اور باقی بیٹھے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اویس نامی شخص کو بھی جانتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ۔

”یا امیر المومنین! ہم اور کسی کو تو جانتے نہیں نہ ہی

ہم کسی اویس نامی شخص کو جانتے ہیں البتہ میرا ایک بھتیجا ہے اس
کو بھی اویس کہتے ہیں اور وہ عاجز اور بے کار ہے اور اس قابل
بھی نہیں کہ جو حضور دریافت فرما رہے ہیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ حرم پاک میں موجود ہے۔ عرض کیا کہ ہاں وہ میدان عرفات میں موجود ہے اور قوم کے اونٹ چراتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھوں پر یا خچروں پر سوار ہو کر میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ آنکھیں سجدہ گاہ کی طرف گڑھی ہوئی ہیں۔ یہ حضرات اپنی فراست سے سمجھ گئے کہ یہی وہ شخص ہے جس کی انہیں تلاش ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آہٹ معلوم ہوئی تو انہوں نے جلدی سے نماز ختم کی اور انہیں سلام کیا۔ دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور نام دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ آسمان و زمین پر جس قدر بھی ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ نام بتلائیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے رکھا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میرا نام اویس بن عامر ہے۔ کہئے کیا حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ذرا اپنا داہنا ہاتھ تو دکھایئے۔ انہوں نے جب دکھایا تو وہاں واقعی ایک سفید نشان برص کا موجود تھا چنانچہ دونوں حضرات نے ان سے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام پہنچائیں اور امت کے لیے دُعا کروائیں چنانچہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری امت کے لیے دُعا فرمائی۔

کرامات

اولیائے کرام کی پہچان عوام الناس میں ان کی کرامات سے ہی ہوا کرتی ہے اگرچہ اولیائے کاملین کا یہ ارشادِ عالیشان ہے کہ کرامت کسی ولی کامل کے لئے وجہ امتیاز نہیں۔ بعض اولیائے کاملین نے کرامات ظاہر نہیں فرمائیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی ولایت میں خدانخواستہ کوئی کمی تھی یا وہ خدانخواستہ ولی نہ تھے۔ بعض اولیائے کرام نے ان علاقوں اور ممالک میں کرامات ظاہر کیں جہاں اسلام کی ترویج ضروری تھی۔

ملک ہندوستان میں جب صوفیائے کرام تشریف لائے تو یہاں ہر طرف ہندو جوگی اور پنڈت اپنی عجیب و غریب حرکتوں سے لوگوں کو متاثر کیے بیٹھے تھے۔ چنانچہ یہاں اولیائے کرام نے کثرت سے کرامات ظاہر فرمائیں ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامات پیش کرتے ہیں۔

ذکر اویس میں صفحہ نمبر ۱۷۹ پر رقم ہے کہ "صاحب نسیم چمن فی حالاتِ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سنی سنائی یہ حکایت تحریر فرمائی ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ تشریف آور تھے۔ وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چھ درویشانِ صادق بھی حاضر ہوئے۔ اس

وقت حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارداتِ الٰہی میں مغلوب الحال تھے۔ اس حالت میں سکر و مستی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر مبارک ان چھ درویشان حاضر پر پڑی اور ان کے ظاہر و باطن! اس قدر مؤثر ہوئے کہ ان درویشوں کے اشکال و شباہت، قد و قامت تک بدل گئی اس کے بعد حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے چھ درویشانِ حق میں سے کوئی شخص امتیاز نہ کر سکا کہ ان میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں؟

چنانچہ جب وہ چھ درویش آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہوئے تو جس مقام پر جس درویش نے سکونت اختیار کی وہاں کے ساکنین اس درویش کو ہی جناب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھے۔ اسی طرح جس مقام پر جس درویش نے وفات پائی وہیں پر اس کا مزار اویس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام سے مشہور ہو گیا۔

صاحب سہیل یمنی یہ لکھ کر فیصلہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حکایت کی سند کسی مشائخ علیہ الرحمتہ سے ثابت نہیں تاہم قدرت ایزدی کے مطابق ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا میں مستور رکھا جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کا نشان گم ہو گیا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پرانوار میں یہ وجہ اختلاف بھی قابلِ تسلیم ہے۔

روایت ہے کہ یمن میں اونٹوں کو بھیڑیے مل کر کھا جایا کرتے تھے مگر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹوں کی طرف رخ بھی نہ کرتے تھے حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن بھر اونٹوں کو چھوڑ کر عبادتِ حق میں مصروف رہتے تھے اور اونٹ فرشتوں کی نگہبانی میں خود چرتے رہتے تھے۔

روایت ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین رات دن تک کچھ نہ کھایا تھا اور راستہ میں ایک پیاز کی ڈلی پڑی ہوئی پائی اس کو اٹھا کر کھانا

چاہتے ہی تھے کہ یہ خیال آیا کہ یہ حرام نہ ہو اور پھینک دی پھر آسمان کی طرف جو نظر کی ایک پرندہ کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھا کہ ایک روٹی کی ٹکیہ چونچ میں دبائے ہوئے ہے اور پکارتا ہوا آرہا ہے کہ اے اویس چونکہ تو نے حرام پیاز کو پھینک دیا اس لیے لے یہ خدا کی بھیجی ہوئی روٹی کھا اور آرام کر۔

☆☆☆☆☆

حیاتِ اویس کے صفحہ نمبر ۱۶۷ پر رقم ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کا حال سنا اور اپنے جملہ دانت شہید کر ڈالے تو دانت کچھ عرصہ بعد نکل آئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر شہید کر دیئے اسی طرح سے سات مرتبہ نکلے اور سات ہی مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانت مبارک شہید کیے۔

☆☆☆☆☆

حیاتِ اویس کے صفحہ نمبر ۱۶۷ پر درج ہے کہ جب حضرات عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خرقہ پہنانا چاہا اور قرن میں جا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کرایا تو اویس قرنی نامی قرن میں بے شمار پائے گئے آخر جب ایک شخص سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ حالات معلوم ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت اویس نے کہا کہ آپ خرقہ رکھ دیں جس کے بدن میں یہ خود بخود پہنچ جائے گا وہی اویس ہوگا۔ چنانچہ جب خرقہ رکھا فوراً اڑ کر حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر پہنچ گیا۔

☆☆☆☆☆

خزینۃ الاصفیاء میں رقم ہے کہ سیدنا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت فوراً خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے حضرت ہرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بعد کو مدینہ طیبہ پہنچا تو مجھے اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

☆☆☆☆☆

زہرۃ الریاض کے صفحہ نمبر ۵۷ پر حکایت نمبر ۵۷ پر درج ہے کہ حضرت حبیب بن سہیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کشتی پر سوار تھا۔ اس میں سوداگران کا ہر قسم کا مال و اسباب لدا ہوا تھا۔ اتفاقاً طوفان آ گیا اور کشتی سمندر کی موجوں پر اس قدر ہلی کہ اس میں پانی بھر آیا تھا ایک مرد خدا اونٹ کی پشم کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

اس طرح اطمینان کے ساتھ اٹھ کر باہر آیا اور پانی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا گویا اسے ہماری حالت کی مطلق خبر نہ تھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا ہم نے اس سے التجا کی کہ ہمارے حق میں بھی دعا کرو۔ فرمایا کس لیے ہم نے کہا کہ کیا آپ کو خبر نہیں کہ کشتی ڈوب رہی ہے فرمایا سب اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ ہم نے کہا کس طرح کہا ترک دنیا سے۔ ہم نے کہا ہم نے دنیا ترک کیا بسم اللہ کہو اور کشتی سے باہر آ جاؤ ہم سب بسم اللہ شریف پڑھ کر کشتی سے باہر آ گئے اور پانی پر چلنے لگے اور اس کے اردگرد جمع ہو گئے ہم سو سے زیادہ تھے ہماری کشتی سے باہر آ جانے کے بعد کشتی مع مال و متاع ڈوب گئے تو اس نے کہا کہ اب تم ہول دنیا سے آزاد ہو گئے پانی سے نکل کر اپنا اپنا راستہ لو۔

ہم نے کہا کہ آپ کون ہیں فرمایا اویس قرنی ہوں۔ ہم نے کہا کہ کشتی میں جو مال تھا وہ مدینہ کے فقیروں کے لیے تھا اس کو ایک شخص مصر سے لایا تھا کیونکہ آج کل مدینہ میں سخت قحط پڑا ہوا ہے فرمایا کہ اگر وہ مال پھر اللہ تعالیٰ تم کو دے دے تو تم کیا وہ سب کا سب مال مدینہ کے فقراء کو تقسیم [illegible]

ہاں۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی اسی وقت وہی کشتی مع مال و دولت کے پانی پر ابھر آئی اور ہم سب اس پر سوار ہوئے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے غائب ہو گئے ہم سب بخیر و عافیت مدینہ منورہ پہنچ گئے اور تمام مال و اسباب وہاں کے فقراء میں تقسیم کر دیا یہاں تک کہ مدینہ میں کوئی فقیر اس وقت ایسا نہ ہوگا کہ جس کو حصہ نہ ملا ہو۔

☆☆☆☆☆

خزینۃ الاصفیاء میں درج ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا بلکہ فرمایا کرتے کہ قیامت کے دن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں ستر ہزار فرشتے آپ کو اپنی جلوے میں لے کر جنت میں داخل ہونگے تاکہ اس عاشق نبی مکرم ﷺ کو کوئی پہچان نہ سکے۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر کے آخری دنوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملے اور کچھ دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے۔ پھر جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت شہادت کے مرتبہ کو پہنچے۔ بعض احباب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے قبر کی تیاری کی مگر سامی کی جگہ ایک سخت پتھر آ گیا جسے کاٹنا مشکل تھا مگر غائب سے پتھر میں شگاف پڑ گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لحد بن گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کپڑے کی تلاش ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صندوقچہ کو کھولا گیا تو کفن کا کپڑا پایا گیا مگر اسے کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنایا تھا اسی کفن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا۔

تذکرۃ الاولیاء میں درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین رات دن کے فاقہ سے تھے ایک روز راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا

دیکھا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کہ کسی کا گر گیا ہوگا نہ اٹھایا اور وہیں چھوڑ کر چلے گئے اور جنگل کی گھاس پات کھانے لگے کہ اچانک ہی بکری دیکھی کہ اپنے منہ میں ایک گرم روٹی لے کر آئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خیال کر کے نہ معلوم کس کی روٹی اٹھا لائی ہے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ بکری نے زبان حال سے گویا ہو کر عرض کیا کہ میں بھی اسی کی مخلوق ہوں جس کے تم ہو تو پھر خدا کی بندی سے خدا کی دی ہوئی چیز کیوں نہیں لیتے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بکری کا یہ کلام سنا تو روٹی لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ روٹی خودبخود میرے ہاتھ میں آ گئی اور بکری غائب ہو گئی۔

* * *

وصال

نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں اکثر اولیائے عظام کے حالات اور واقعات کے سلسلہ میں حد درجہ اختلافِ روایات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح ہمیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عاشقِ صادق کی وفات یا شہادت کے سلسلہ میں محققین اور مورخین کی مختلف روایات میں اختلاف دکھائی دیتا ہے بعض مورخین اور تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیماری سے وصال فرمایا جبکہ بعض کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔ شہادت کے بارے میں بعض کا خیال بعض سے مختلف ہے ہم محترم قارئین کی خدمتِ اقدس میں تمام تر حاصل شدہ روایات پیش کر دینے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ روایات ہمیں جو ملتی ہیں ان میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہی کو تسلیم کیا گیا ہے مراۃ الاسرار نامی کتاب میں درج ہے کہ "جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جنگِ جمل میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے آ کر بیعت کی تھی اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تک [illegible] حضرت علی [illegible]

تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بڑھ کر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔

تحفتہ الاخیار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت درج ہے کہ جب میں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موضع ذی قعار میں پہنچا تو دیکھا کہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لشکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آ آ کر جمع ہو رہے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج میرے پاس بیس لشکر جمع ہو جائیں گے اور ہر لشکر میں ایک ایک ہزار مرد ہوں گے۔

یہ بات مجھے حیرت انگیز معلوم ہوئی حضرت امیر نے میرا خطرہ اپنی فراست باطنی سے معلوم کر لیا ای وقت حکم دیا کہ دو نیزے اس جنگل میں گاڑھ دو تا کہ جو شخص ہمارے لشکر میں شامل ہونا چاہئے وہ ان نیزوں کے بیچ میں سے گزرے اور پھر احتیاط کے ساتھ کنکریوں سے شمار کرتے رہیں۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو ای وقت احباب کی رو سے جیسا کہ حضرت امیرؓ سے بیان کیا گیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب جو شخص آئے گا وہ مرد کامل ہوگا اور تعداد پوری کر دے گا۔

خبر رساں آدمی مقرر کر دیے گئے تھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی بوڑھا پیدل چلا آ رہا ہے اور زادِ راہ کمر سے بندھا ہوا ہے پانی کا مشکیزہ گلے میں لٹک رہا ہے نہایت دبلا پتلا اور کمزور ہے چہرہ زرد اور گرد آلود ہے جب وہ پہنچا تو خبر رساں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے آئے اور اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ میں اویس قرنی ہوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ دیجئے تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کروں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کس لیے بیعت ہوتے ہو عرض کیا کہ جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا سر فدا کرنے کے لئے کیونکہ جب ایک دن مرنا ضروری ہے تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہی کیوں نہ اپنی جان نثار کروں پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مع اپنے لشکروں کے موضع ذی قعار کی طرف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔

حبیب السیر کے حوالہ سے مجالس المومنین میں رقم ہے کہ ایک معتبر روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ اس سپاہ کے طبل کی آواز ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے جا رہے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اتباع اور پیروی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور یہ کہتے ہوئے دوڑے اور حضرت امیر کی متابعت میں رہ کر صفین کے کسی معرکہ میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھارے۔

حمزہ بن اضیع بن زید سے ایک روایت جناب فیض احمد اویسی صاحب نے اپنی کتاب ذکرِ اویس کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر رقم کیا ہے کہ "اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول خدا ﷺ پر ایمان لائے مگر والدہ کی خدمت میں رہنے کے سبب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اپنے دوستوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بمقام مروان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔

آگے چل کر حمزہ بن اضیع بن زید یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں ایسے وقت میں آئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو مجھ سے مرنے کے لیے بیعت کرتا ہے جب ننانوے آدمی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر چکے تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب آخر میں ایک شخص آئے گا جو پشمینہ کی چادر اوڑھے ہوگا اور اس کا سر منڈھا ہوا ہوگا چنانچہ اس کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر بیعت کی اور لوگوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑ کر شہید ہو گئے۔"

اویس صاحب نے ایک اور بھی مستند روایت بیان فرمائی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منادی نے ندا کی کہ اے خدا کے دوستوں! جمع ہو جاؤ تو سارا لشکر صف بستہ کھڑا ہو گیا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی تلوار میان سے نکال لی اور پھر لڑے یہاں تک کہ آپ کا توشہ دان کٹ گیا آپ نے اس کو پھینک دیا اور لوگوں کو پکارتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ آخرکار جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں ایک نیزہ لگا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ شہید ہو گئے گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہی تھے یہ روایت صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔

امام اعثم کوفی اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ کی روایت درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سید التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بمقام کوفہ پہنچ کر لشکر جمع کیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلام سے بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہہ کر ان سے اچھی طرح پیش آئے پھر جنگ صفین میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے۔

حضرت امام یافعی نے روضۃ الریاض کی ۱۴۵ میں حکایت میں طبری کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ ۳۷ھ میں دریائے فرات کے کنارہ پر جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آوازہ طبل سن کر دریافت کیا اور جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاویہ میں جنگ ہو رہی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاجر ہو کر جہاد کی بیعت کی اور جنگ میں لڑ کر شہید ہوئے۔

تذکرۃ الاولیاء میں بھی یہی درج ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین میں شہادت پائی اس کے علاوہ مسلک السلوک نامی کتاب میں بھی اور مولانا سید محمود شیخانی قادری کی کتاب حیواۃ الذکر میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت بھی یہی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین میں شہادت پائی اس کے علاوہ صحیح مسلم کی شرح میں بھی یہی درج ہے۔

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اردو کے صفحہ نمبر ۸۹۵ پر درج ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا تا آنکہ جنگ نہاوند (ایران) ۲۲ھ بمطابق ۶۴۴ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۹۵ پر بھی یہ درج ہے کہ "سعید بن مسیّب کی روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال حج کے موقع پر اہل قرن کو منیٰ میں ممبر پر کھڑے ہو کر پکارا اور ان سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کر کے ان کو اپنا سلام بھیجا جب

وہ لوگ یمن گئے تو وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ریگستان میں ملے اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی کریم ﷺ کا سلام پہنچایا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دی۔

اس کے بعد آپ اسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ وعلیٰ آلہ کہتے ہوئے جنگل میں جا گھسے اور مدتوں کسی کو ان کا نام و نشان بھی نہ ملا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں پھر نمودار ہوئے اور ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگِ صفین ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔

طبقات ابن سعد جلد ۶ اردو کے صفحہ نمبر ۱۸۲ پر رقم ہے کہ جب سے آپ کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت و شان کا پتہ چلا تھا تو اس وقت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے روپوش ہوئے کہ بس جنگ صفین ۳۷ھ میں ہی لوگوں نے انہیں دیکھا۔

علامہ اسلم جیراجپوری نے نوادرات نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۶۵ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں اہل یمن کو پکارا اور ان کے ذریعہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے میری تشہیر کر دی اس کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں ظاہر ہوئے اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ شرکت کی اور اس میں شہید ہوئے دیکھا تو جسم پر چالیس زخم موجود تھے۔

شاہ معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ کی جلد ۱۳ کے صفحہ نمبر ۵۶ پر اصحابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان (خواجہ اویس قرنی) کو راہِ خدا میں شہادت کی

بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے وہ دُعا کیا کرتے تھے خدا نے جنگِ صفین میں ان کی یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں انہوں نے شہادت پائی۔

یہ تو تھیں شہادت کی روایات اب ہم نذرِ قارئین کرتے ہیں بیماری سے وصال۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شواہد النبوۃ میں حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت درج کی ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ آذربائیجان ۱۸ھ میں شرکت کے لئے گئے اور وہاں انہوں نے راستہ میں اسہال کی بیماری سے انتقال فرمایا۔ ان کے احباب نے قبر کھودنا چاہی تو پتھر میں کھدی کھدائی قبر مل گئی تو اسی قبر میں دفنا دیا۔ واپسی پر قبر کا نشان بھی مٹ چکا تھا۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں لکھا ہے کہ "دستوں کی بیماری سے دورانِ سفر وفات پائی اس وقت ان کے جسم پر دو کپڑے ایسے تھے جو کہ دنیاوی کپڑوں میں سے نہ تھے ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے نہ تھے جن کو آدمی بنتے تھے پھر دو آدمی منائی قبر کھودنے گئے مگر انہیں پتھر میں کھدی ہوئی قبر مل گئی ایسی تازہ کھدی ہوئی کہ جیسے ابھی کھودی گئی ہو پھر ان کی تجہیز و تکفین کی گئی اور اسی قبر میں دفن کر کے وہاں سے چلے گئے پھر واپسی میں جب وہاں گئے تو قبر کا نشان تک نہ تھا۔

* * *

مزارات

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات کے بارہ میں بھی ہمیں متعدد مقامات کے ثبوت ملتے ہیں جیسا کہ ہم درج کر آئے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دورانِ سفر بحالت عارضہ اسہال وفات پائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی سفر آذربائیجان کی جنگ میں شرکت کے لیے کیا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اس راستہ میں ہونا چاہیے تھا مگر یہ بھی روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا نشان بھی مٹ گیا۔

دوسری روایت ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ صفین میں شہادت پائی چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس اس دور کے رواج کے مطابق اس میدان میں ہونا چاہیے مگر وہاں نہیں ہے مگر آپ کے متعدد مزارات کے متعلق روایات موجود ہے جن کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے جناب علامہ فیض احمد اویسی صاحب نے ''ذکر اویس'' کے صفحہ نمبر ۱۶۹ پر درج فرمایا ہے کہ ''مختلف مقامات پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سات مزار پائے جاتے ہیں۔'' مگر آپ نے ان میں سے پانچ کی تفصیل درج کی ہے۔

۱۔ آپ کا ایک مزار نواح سندھ (حدود ٹھٹھہ) میں واقع ہے اکثر

حاجت مند اور درویش حضرات اس مزار پر آ کر چلہ کشی کرتے ہیں اور آپ کی روحانیات سے مستفیض ہوتے ہیں اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں چنانچہ بندگی سلطان محمد چیلہ نور اللہ مرقدہ ان مزار شریف پر تشریف لے گئے تھے وہاں انہوں نے دو چلے کاٹے اور ان دو چلوں سے اور خدا کے فضل سے قطرہ سے دریا اور ذرہ سے آفتاب بن گئے اور جو کچھ پایا اسی آستانہ سے پایا۔

۲۔ آپ کا مزار بندرگاہ زبید میں واقع ہے حاجی لوگ اس مزار کی بھی زیارت سے مشرف ہو کر آتے ہیں۔

۳۔ آپ کا مزار غزنی افغانستان میں موجود ہے۔

۴۔ آپ کا مزار بغداد شریف سے دور سرحد ایران کے قریب واقع ہے۔

۵۔ ملک شام میں ہے علامہ الحاج نے خدا بخش اظہر شجاع آبادی نے اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے اس ذکر کی حاضری کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

اور متعدد مزار ہونے کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ جب آپ خاص حالت میں بیٹھے ہوئے تھے اور چھ دیگر درویش بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ پر روحانی کیفیت طاری ہوئی جس سے مغلوب ہو کر دریا کی طرح جوش میں آ گئے اور اسی حالت میں مستی و سکر میں آپؓ کی آنکھیں ان چھ درویشوں پر پڑ گئیں اور ایسی کاری اور باا‌ثر پڑیں کہ انہیں آپؓ نے اپنا سا بنا دیا یعنی ان کی ہیئت اصل بدل گئی اور سب کے سب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شکل اور ہم وضع ہو گئے۔

پھر کسی نے نہ پہچانا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں۔

جب وہ درویش آپ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے تو وہاں کے لوگوں نے یہی جانا کہ یہ اویس قرنی ہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی قبر بھی خواجہ ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ مگر حقیقت اس کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصلی قبر کون سی ہے۔"

ان مزارات کے علاوہ علامہ صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۷۱ پر ایک اور مزار شریف کا بھی ذکر کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ۔

چنانچہ آپ کا ایک مزار یمن میں ہے وہ بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آپ کے مزار مقدس پر حضرت مظہر جمال اللہ معشوق اللہ جلال الدین گجہلہ قدس سرہ نے چالیس چلے کھینچے ہیں اور ان چلوں میں فی چلہ چالیس لوگوں سے افطار کیا ہے اور وہ لوگ روانہ بھی محض روزہ افطاری کے لئے سنت سمجھ کر کھاتے تھے اور آپ کے مزار پر انوار پر چلہ کشی سے اس قدر روحانی فیض حاصل کیا تھا کہ قطرہ سے دریا بن گئے تھے۔

واللہ علم بالصواب۔